ذوالحجۃ الحرام 1443ھ
محرم الحرام 1444ھ

اگست 2022ء

ماہنامہ خواتین

جلد: 01 شمارہ: 10

ویب ایڈیشن

برکت والا رزق

یَالَطِیۡفُ 100 بار پڑھ کر ایک مرتبہ پارہ 25 سورۃ الشوریٰ کی آیت 19 پڑھنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(چڑیا اور اندھا سانپ، ص26)

دشمن کے شرو فساد سے محفوظ رہنے کا ورد

اگر طاقتور دشمن سے جان و مال کو خطرہ لاحق ہو تو ہر نماز کے بعد یَاذَاالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَام 421 بار (اوّل آخر ایک بار دُرُودِ پاک) پڑھئے پھر گڑگڑا کر حفاظت کی دعا کیجئے، اِن شاءَ اللہ دشمن کے شَرّ و فساد سے محفوظ رہیں گے۔

(رسالہ: مینڈک سوار بچھو، ص23)

دردِ اعضا کے لئے

نماز کے بعد سات بار پارہ 28 سورۃ الحشر کی آیت 21 پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرکے درد کی جگہ پر ملے درد جاتا رہے گا۔ اِن شاءَ اللہ

(مدنی پنج سورہ، ص243)

نیند زیادہ ہوتی ہو تو

پارہ 8 سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 54، 55، 56 (اول آخر ایک بار درود شریف) پڑھ کر یہ دعا مانگئے: یااللہ کریم پیارے مصطفٰے صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا واسطہ میری غیر ضَروری نیند دُور فرما دے۔ اِن شاءَ اللہ فائدہ حاصِل ہو گا۔

(گھریلو علاج، ص:32)

CONTENTS

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور واٹس ایپ نمبر (صرف تحریری طور پر) پر

بھیجئے: mahnamahkhawateen@dawateislami.net پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

WhatsApp: 0348-6422931

اِستغاثہ

قبول بندۂ در کا سلام کر لینا

قبول بندۂ در کا سلام کر لینا
سگانِ طیبہ میں تحریر نام کر لینا

مِرے گناہوں کے دفتر کھلیں جو پیشِ خدا
حضور اس گھڑی تم لطفِ تام کر لینا

تمہارے حُسن میں رکھ کر کشش، کہا حق نے
کہ دشمنوں کو دکھا کر غلام کر لینا

مِلا ہے خوب ہی نسخہ گناہگاروں کو
تمہارے نام سے دوزخ حرام کر لینا

حبیب عرش سے بھی پار جاکے رب سے ملے
کلیم کو تھا میسر کلام کر لینا

خدا نے کہ دیا محبوب سے کہ محشر میں
گناہگاروں کا تم انتظام کر لینا

جمیلؔ قادری اُٹھو جو عزمِ طیبہ ہے
چلو یہ عمر وہیں پر تمام کر لینا

از مداحُ الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی رحمۃُ اللہِ علیہ

قبالۂ بخشش، ص 21

منقبت

امامِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ

شجاعت ناز کرتی ہے جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطانِ زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے

شہِ خوباں پہ ہر خوبی و خصلت ناز کرتی ہے
کریم ایسے ہیں وہ ان پر کرامت ناز کرتی ہے

جہانِ حُسن میں بھی کچھ نرالی شان ہے اُن کی
نبی کے گُل پہ گلزاروں کی زینت ناز کرتی ہے

شہنشاہِ شہیداں ہو انوکھی شان والے ہو
حسین ابنِ علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

بٹھا کر شانۂ اقدس پہ کردی شان دو بالا
نبی کے لاڈلوں پر ہر فضیلت ناز کرتی ہے

نگاہِ ناز سے نقشہ بدل دیتے ہیں عالَم کا
ادائے سَروَرِ خُوباں پہ نُدرت ناز کرتی ہے

خدا کے فضل سے اخترؔ میں ان کا نام لیوا ہوں
میں ہوں قسمت پہ نازاں مجھ پہ قسمت ناز کرتی ہے

از تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ

سفینۂ بخشش، ص 77

موضوع

بیوہ کی عدت

بنت طارق عطاریہ مدنیہ
ناظمہ جامعہ فیضان ام عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًاۚ ﴾ (پ2، البقرۃ: 234) ترجمہ: اور تم میں سے جو مرجائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

تفسیر: اس آیت میں بیوہ کی عدت کا ذکر ہو رہا ہے، عِدَّت کا لغوی معنیٰ شمار اور گنتی ہے، جبکہ شرعاً اس سے مراد ہے کہ شوہر کے طلاق دینے یا وفات پا جانے کے بعد عورت آگے کسی سے نکاح کرنے سے پہلے ایک مخصوص مدت تک انتظار کرے۔ امام رازی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں اس آیت مبارکہ میں بیوہ عورتوں کو شوہر کی موت کے بعد خود کو ایک مخصوص مدت تک روکے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر یہاں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ کس چیز سے روکے رکھیں؟ چنانچہ یاد رکھئے کہ بیوہ عورت کو 3 چیزوں سے رکے رہنے کا پابند کیا ہے: ❶ نکاح سے، ❷ خاوند کے گھر سے نکلنے سے اور ❸ زینت سے۔[1] اب اگر کوئی عورت عدت کی پابندیاں پوری نہ کرے یعنی مذکورہ تینوں چیزوں سے نہ رکے تو جو اسے روکنے پر قادر ہے وہ اسے روکے، اگر نہیں روکے گا تو وہ بھی گناہ گار ہو گا۔[2]

❶ بیوہ نیا نکاح کب کرے؟ شوہر کی وفات کے بعد وفات کی عدت گزارنا عورت پر مطلقاً لازم ہے خواہ جوان ہو یا بوڑھی یا نابالغہ، یونہی عورت کی رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔[3] اس آیتِ مبارکہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیوہ عورت کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے بشرطیکہ جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو، ورنہ وہ 130 دن پورے کرے گی[4]۔[5] لیکن اگر وہ بیوہ امید سے ہو یعنی ماں بننے والی ہو تو اب اس کیلئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں، بلکہ جس وقت بچہ پیدا ہو گا عدت ختم ہو جائے گی۔ اگرچہ ایک منٹ بعد حمل ساقط ہو گیا اور اعضا بن چکے ہیں عدت پوری ہو گئی ورنہ نہیں اور اگر دو یا تین بچے ایک حمل سے ہوئے تو پچھلے کے پیدا ہونے سے عدت پوری ہو گی۔[6] بیوہ اگر امید سے ہو تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے، اس کی دلیل یہ روایت ہے: حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ قبیلہ بنو عامر سے تعلق رکھنے والے بدری صحابی حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ حجۃ الوداع کے سال ان کا انتقال ہو گیا جبکہ وہ امید سے تھیں۔ ان کی وفات کے کچھ دن بعد ہی ان کے ہاں بچے کی ولادت ہو گئی اور جب یہ نفاس سے فارغ ہو گئیں تو انہوں نے شادی کے پیغامات آنے کے خیال سے بناؤ سنگھار کیا۔ یہ دیکھ کر کسی نے انہیں کہا: کیا بات ہے آپ بنی سنوری ہوئی ہیں! لگتا ہے شادی کرنا چاہتی ہیں؟ اللہ کی قسم! آپ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار ماہ دس دن (کی عدت) مکمل نہ ہو جائے۔ تو یہ شام کے وقت حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس گئیں اور اس بارے میں دریافت کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تھا تو اسی وقت ان کی عدت بھی پوری ہو گئی تھی، لہٰذا اگر چاہیں تو شادی کر لیں۔[7] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عدت کے دوران عورت نہ کسی سے نکاح کر سکتی ہے نہ ہی اسے نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا (بھی) حرامِ قطعی ہے۔[8] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: عدت میں نکاح باطل و حرام محض ہے۔[9]

❷ عدت کہاں گزارے؟: شوہر کی موت کے وقت جس مکان میں عورت کی رہائش تھی اسی مکان میں عدت پوری کرے کہ

بلا ضرورت اس مکان کو چھوڑ کر دوسری جگہ رہائش رکھنا منع ہے۔ آج کل بلاوجہ معمولی باتوں کو ضرورت سمجھ لیا جاتا ہے وہ یہاں مراد نہیں بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اُس کے بغیر چارہ نہ ہو۔[10] مثلاً ❋ جبراً (زبردستی) نکالا جائے ❋ مکان گر جائے یا ❋ گرنے کا خطرہ ہو یا ❋ مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا ❋ مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا ❋ اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو (ایسی عورت) قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے۔[11] البتہ! موت کی عدت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو تو ان صورتوں میں گھر سے نکلنے کی علما نے اجازت دی ہے: ❋ عورت کے پاس بقدرِ کفایت مال نہیں اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائے گی تو کام چلے گا تو اسے اجازت ہے کہ دن میں اور رات کے کچھ حصے میں باہر جائے اور رات کا اکثر حصہ اپنے مکان میں گزارے مگر حاجت سے زیادہ باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ ❋ اگر بقدرِ کفایت اس کے پاس خرچ موجود ہے تو اسے بھی گھر سے نکلنا مطلقاً منع ہے اور اگر خرچ موجود ہے مگر باہر نہ جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا مثلاً زراعت کا کوئی دیکھنے بھالنے والا نہیں اور کوئی ایسا نہیں جسے اس کام پر مقرر کرے تو اس کے لیے بھی جا سکتی ہے مگر رات کو اُسی گھر میں رہنا ہو گا۔ ❋ یونہی کوئی سودا لانے والا نہ ہو تو اس کے لیے بھی جا سکتی ہے۔[12]

❸ زینت ترک کرنا: کسی کے فوت ہونے پر زینت کو ترک کرنا سوگ کہلاتا ہے، سوگ اس پر ہے جو عاقلہ بالغہ مسلمان ہو اور موت یا طلاقِ بائن کی عدت ہو۔[13] ایسی عورت کو عدت پوری ہونے تک سوگ منانا شرعاً واجب ہے اور اس کا ترک حرام ہے حتّی کہ شوہر نے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ سوگ نہ کرنا جب بھی سوگ واجب ہے۔[14] البتہ! 4ماہ 10 دن تک سوگ کرنا صرف شوہر کی موت کے ساتھ خاص ہے اور کسی عزیز یا رشتہ دار کی موت پر 3 دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی فوت ہوئے تو میں ان کے پاس گئی، انہوں نے خوشبو منگا کر اپنے جسم پر لگائی اور فرمایا: مجھے خوشبو لگانے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں، مگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جو عورت اللہ پاک پر اور یوم آخرت پر ایمان لائی ہو اس کیلئے کسی میت پر 3 دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ ہاں! شوہر (کی موت) پر 4 ماہ 10 دن تک سوگ کرے۔[15]

سوگ کی حالت میں ممنوع کام: ❶ ہر قسم کا زیور یہاں تک کہ انگوٹھی، چھلا اور چوڑیاں وغیرہ پہننا ❷ ریشمی کپڑا پہننا ❸ سرمہ لگانا ❹ کنگھی کرنا، مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی (استعمال) کرے۔ ❺ ہر طرح کی زیب و زینت، ہار، پھول، مہندی، خوشبو وغیرہ کا استعمال کرنا۔[16]

سوگ کی حالت میں جائز کام: ❶ چارپائی پر سونا، بچھونا بچھانا، سونے کیلئے ہو یا بیٹھنے کیلئے منع نہیں۔[17] ❷ غسل کرنا، صاف ستھرا اور سادہ لباس پہننا ❸ سر درد کی وجہ سے سر میں تیل کا استعمال کرنا ❹ آنکھوں میں درد کے سبب سرمہ لگانا۔[18]

نوٹ: عدت پوری ہونے پر عورت کا مسجد میں جانا یا مسجد کو دیکھنا، کسی رشتہ دار وغیرہ کے بلانے پر نکلنا، نفل ادا کرنا، صبح یا شام کسی مخصوص وقت عدت کو ختم کرنا یا اس دن گھر سے ضرور نکلنا ان تمام باتوں کی شرعاً کوئی اصل نہیں۔ ہاں! ختمِ عدت پر اسی دن کسی وجہ سے گھر سے نکلنے اور شکرانے کے نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر عدت کو ختم کرنے کیلئے یہ سب کام ضروری نہیں، نیز شوہر کی قبر پر جانے کے بجائے گھر سے ہی فاتحہ پڑھ کر دعائے مغفرت کرے۔[19]

---

❶ تفسیر رازی، 2/468 ❷ تفسیر صراط الجنان، 1/359 ❸ تفسیر صراط الجنان، 1/359 ❹ فتاویٰ رضویہ، 13/294 ماخوذاً ❺ تفسیر صراط الجنان، 1/359 ❻ جوہرہ نیرہ، الجزء الثانی، ص96 ❼ بخاری، 3/16، حدیث: 3991 ❽ فتاویٰ رضویہ، 11/266 ❾ فتاویٰ رضویہ، 11/290 ❿ بہار شریعت، 2/245 ملتقطاً ⓫ فتاویٰ رضویہ، 13/328 ⓬ بہار شریعت، 2/245 ⓭ در مختار، 5/221 ⓮ در مختار، 5/221 ⓯ بخاری، 1/433، حدیث: 1282 ⓰ فتاویٰ رضویہ، 13/331 ملخصاً ⓱ فتاویٰ رضویہ، 13/331 ⓲ تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص211 ⓳ تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص212

جنت سے محروم عورتیں

بنت کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَاِنَّ رِيحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔[1] یعنی جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے (اس زمانے میں) نہیں دیکھا: ❶ وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے۔ ❷ وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ایک جانب جھکے ہوئے ہونگے، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے آتی ہو گی۔

شرحِ حدیث

مذکورہ حدیثِ پاک میں جہنمی عورتوں کے تین اوصاف بیان ہوئے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

❶ **لباس پہننے کے باوجود برہنہ:** اس حدیثِ پاک میں عورتوں کے لباس پہننے سے مراد یا تو یہ ہے کہ وہ اللہ پاک کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گی، جبکہ بے لباس ہونے سے مراد ہے کہ وہ نعمتوں کا شکر ادا نہ کریں گی یا پھر یہ مراد ہے کہ ظاہری طور پر تو لباس پہنیں گی مگر حقیقت میں بے لباس ہوں گی، وہ اس طرح کہ ایسا باریک لباس پہنیں گی جس سے ان کا بدن جھلکے گا۔[2] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ مبارکہ کے ان الفاظ کے تحت فرماتے ہیں: جسم کا کچھ حصہ لباس سے ڈھکیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی یا اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم ویسے ہی نظر آئے گا۔ یہ دونوں عیوب آج دیکھے جا رہے ہیں یا اللہ پاک کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی، شکر سے ننگی یعنی خالی ہوں گی یا زیوروں سے آراستہ (اور) تقویٰ سے ننگی ہوں گی۔[3]

لباس اللہ پاک کی نعمت ہے: لباس اللہ پاک کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت ہے قرآنِ پاک میں لباس کے دو اہم مقاصد مذکور ہیں: ❶ ستر عورت ❷ زینت۔ ستر عورت چھپانے کے قابل لباس پہننا فرض ہے اور لباسِ زینت پہننا مستحب ہے۔[4] چنانچہ پارہ 8 سورۃ الاعراف کی 26ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے: **یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًاؕ** ترجمہ: اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے اور (ایک لباس وہ جو) زیب و زینت ہے۔

فیشن کے نام پر بے پردگی: ہونا تو یہ چاہئے کہ لباس اللہ پاک کی رضا کے مطابق پہنا جاتا مگر افسوس! فی زمانہ دیگر بڑھتی ہوئی برائیوں کے ساتھ ساتھ لباس کے معاملے میں بھی فیشن وغیرہ کے نام پر شرعی اَحکام کو پامال کیا جا رہا ہے۔ کبھی لباس ایسا ہوتا ہے جو پورے بدن کو ڈھانپتا ہی نہیں مثلاً ہاف آستین یا بغیر آستین (sleeve less) والا کرتہ، ٹخنوں سے اونچا پاجامہ وغیرہ اور کبھی اتنا باریک ہوتا ہے کہ جسم کی رنگت وغیرہ نظر آتی ہے جیسے باریک لان کے کپڑے، باریک ململ یا جالی (Net) والا دوپٹہ وغیرہ۔ یونہی کبھی لباس باریک تو نہیں ہوتا لیکن اس قدر تنگ اور چست ہوتا ہے کہ اعضا کی ہیئت ظاہر ہوتی ہے جیسے چوڑی دار پاجامہ، ٹائٹس (Tights)، پینٹ شرٹ وغیرہ۔ باریک لباس پہن کر اپنے بدن کی نمائش کرنے والیوں پر حدیثِ مبارکہ میں

لعنت بھی کی گئی ہے۔[5] نیز باریک کپڑوں میں سے بدن چمکے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یوں کسی نامحرم کے سامنے ہونا سخت حرامِ قطعی ہے۔[6] کیونکہ عورت کیلئے چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں پاؤں کے تلووں کے علاوہ تمام بدن، بلکہ سر کے لٹکتے ہوئے بال، گردن اور کلائیاں چھپانا بھی ضروری ہے۔[7] فی زمانہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے نامحرم کے سامنے عورت کو اپنا چہرہ کھولنا بھی منع ہے۔[8]

شرعی مسئلہ: یاد رہے! اتنا باریک کپڑا جس سے بدن کی رنگت جھلکے یا اتنا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی نظر آئے اسے پہن کر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔ ایسا کپڑا جس سے بدن کا رنگ تو نہ چمکتا ہو لیکن وہ اتنا تنگ اور بدن سے چپکا ہوا ہو کہ دیکھنے سے عُضْو کی ہیئت معلوم ہوتی ہو، ایسے کپڑے سے نماز تو ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف دوسروں کو نگاہ کرنا جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے۔[9]

تفریح گاہوں، شادیوں وغیرہ پر ہماری حالت: فی زمانہ پردے کی اہمیت ہی ذہنوں اور دلوں سے ختم ہو چکی ہے۔ بالخصوص تفریح گاہوں، شادیوں اور دیگر فنکشنز کے موقع پر تو بے پردگی کے دلسوز مناظر خون کے آنسو رلاتے ہیں۔ حتی کہ ان مواقع پر بظاہر پردہ دار کہلانے والی خواتین بھی پردے کی تمام تر حدود کو یہ کہہ کر پامال کرتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ بھئی خوشی کے موقع پر تو سب چلتا ہے۔ حالانکہ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ سب نہیں چلتا بلکہ خوشی ہو یا غمی صرف اللہ پاک و رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کا حکم ہی چلتا ہے۔

یاد رکھئے! پردہ بلاشبہ مسلم عورت کی پہچان، ہر عورت کی زینت اور عزت و عصمت کا محافظ ہی نہیں بلکہ اللہ پاک و رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا حاصل کرنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جبکہ بے پردگی، حیا سوز لباس پہننا اور اپنے بدن کی نمائش کرنا اللہ پاک کی ناراضی اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، چنانچہ ایسے کام کرنے والیوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کمزور اور نرم و نازک جسم جس کی آج وہ نمائش کرتی پھرتی ہیں اللہ پاک کی ناراضی کی صورت میں یہ قبر میں کیڑوں کی خوراک اور پھر جہنم کا ایندھن بنے گا۔

2 مائل کرنے اور مائل ہونے سے مراد: یعنی دوپٹہ اپنے سر سے اور برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی تاکہ ان کے چہرے ظاہر ہوں یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔[10]

3 ان کے سر بختی اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے: مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ حدیثِ مبارکہ کے اس حصے کے تحت فرماتے ہیں: اس جملہ مبارکہ کی بہت تفسیریں ہیں۔ بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن کیے، سر اٹھائے ہر طرف دیکھتی، لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر اونچے رہا کریں گے۔[11]

الغرض ہمیں مغربی تہذیب کو نہیں بلکہ صحابیات و صالحات کو اپنا رول ماڈل بنانا ہے۔ ہمیں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہُ عنہا کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ خاتونِ جنت رضی اللہُ عنہا کی شان تو یہ تھی کہ بعد از وصال کفن میں ڈھکے ہوئے مبارک بدن پر بھی کسی نامحرم کی نظر پڑنا گوارا نہ تھا۔ اے اللہ پاک! خاتونِ جنت رضی اللہُ عنہا کی شرم و حیا کا صدقہ ہمیں بھی شرم و حیا کی دولت عطا فرما۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم

نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو	کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم!
وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل	جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ کے نقشِ قدم
تری حیات ہے کردارِ رابعہ بصری	ترے فسانے کا موضوع ہے عصمتِ مریم

1 مسلم، ص 1171، حدیث: 7194 ملخصاً 2 جہنم میں لے جانے والے اعمال، 1/505 3 مراٰۃ المناجیح، 5/255 4 تفسیر صراط الجنان، 3/289 5 صحیح ابن حبان، 7/502، حدیث: 5723 ماخوذاً 6 فتاویٰ رضویہ، 22/217 7 در مختار، 2/95 8 در مختار، 2/97 9 بہار شریعت، حصہ: 3، 1/480 ملخصاً 10 تفسیر صراط الجنان، 8/22 11 مراٰۃ المناجیح، 5/256

موضوع آخرت سے متعلق باتیں

قیامت پر ایمان
(دوسری قسط)

جن باتوں کے ماننے سے بندہ اسلام میں داخل ہوتا ہے ان میں سے ایک وقوعِ قیامت کو ماننا بھی ہے، یعنی بندہ اس بات پر ایمان رکھے کہ اللہ پاک کے حکم سے قیامت ضرور اپنے وقت پر قائم ہوگی، جب انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا اور اسے اس کے اچھے یا برے کاموں کا صلہ ملے گا، اسی یوم الحساب کو مذہبِ اسلام میں قیامت کہتے ہیں۔[1] قرآنِ کریم میں لفظ قیامت 70 بار آیا ہے، قیامت کے ناموں کی تعداد کسی نے 100 اور کسی نے اس سے بھی زائد بتائی ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی قیامت کے کئی نام مذکور ہیں، بلکہ 13 سورتوں کا نام قیامت یا قیامت کی ہولناکیوں کے نام پر آیا ہے:

الدخان	الواقعہ	الحشر	التغابن	الحاقہ
القیامہ	النباء	التکویر	الانفطار	الانشقاق
الغاشیہ	الزلزلہ	القارعہ		

قیامت سے 40 سال پہلے تمام مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی وہ یوں کہ مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے سے خوشبودار ہوا گزرے گی جس سے تمام مسلمان فوت ہو جائیں گے۔[2] اس کے بعد 40 سال کا زمانہ ایسا گزرے گا کہ اس میں کسی کی اولاد ہوگی نہ کوئی 40 سال سے کم عمر کا ہوگا، اس وقت دنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے۔[3] انہی پر قیامت قائم ہوگی، وہ یوں کہ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ اسی بات کا ذکر پارہ 23، سورۂ یٰس کی 49 نمبر آیت میں یوں ہے: مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ ترجمہ کنزالعرفان: وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اس حالت میں پکڑ لے گی جب وہ دنیا کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب دوبارہ زندہ ہو کر اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ (پ 23، یٰس: 51) ترجمہ کنز العرفان: اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے۔

وقوعِ قیامت کے منکر کا حکم: بے شک قیامت قائم ہوگی، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔[4] علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃُ اللہِ علیہ کی مشہور و معروف کتاب شفاء شریف میں ہے: جس نے قیامت کا انکار کیا وہ کافر ہے کیونکہ اس پر نص موجود ہے اور اس وجہ سے کہ قیامت کے حق ہونے کی خبر تواتر کے ساتھ منقول ہونے پر اُمّت کا اجماع ہے۔[5]

قیامت کی قسمیں: قیامت کی تین قسمیں ہیں: **پہلی قیامت صغریٰ:** یہ موت ہے۔ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ **دوسری قیامت وسطیٰ:** وہ یہ کہ ایک قرن (یعنی ایک زمانہ) کے تمام لوگ فنا ہو جائیں اور دوسرے قرن کے نئے لوگ پیدا ہو جائیں۔ **تیسری قیامت کبریٰ:** وہ یہ کہ آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے۔[6]

قیامت کب قائم ہوگی؟ وقوعِ قیامت کے متعلق اتنا تو سب جانتے ہیں کہ 10 محرم الحرام کو جمعہ کے دن قائم ہوگی، مگر کس سال قائم ہوگی؟ اسے اللہ جانتا ہے اور اسکے بتائے سے اسکے رسول۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پ 29، الجن: 26، 27) ترجمہ کنزالایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

وقوعِ قیامت کا درست وقت نہ بتانے میں حکمت: اس کا درست وقت نہ بتانے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یہ جان کر کہ ابھی تو بہت وقت ہے، لوگ نیک اعمال بجالانے میں سستی کا مظاہرہ کریں گے۔

منکرینِ قیامت: یاد رہے! دنیا میں بعض لوگ ایسے ہیں جو رب کو مانتے ہیں نہ قیامت کو اور نہ کسی اور ضرورتِ دینی کو۔ بعض اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ خدا ہے اور دنیا ایک دن فنا ہو جائے گی، مگر قیامت کو نہیں مانتے، حالانکہ ہر عقل مند شخص جانتا ہے کہ جب رب کو مان لیا تو پھر قیامت کا انکار کرنا گویا کہ اس کی قدرت و حکمت کو جھٹلانا ہے۔ بعض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قیامت حق ہے تو نظر کیوں نہیں آتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم اس دنیا کا مکمل مشاہدہ نہیں کر سکتے جو کہ آسانی سے نظر آرہی ہے تو اس دنیا میں رہ کر اس عالمِ قیامت کو کیسے دیکھ سکتے ہیں جس کا تعلق غیب سے ہے یعنی ان مشاہدات کے لئے جس لطافت کی ضرورت ہے وہ ہر انسان کو میسر نہیں لیکن جسے اللہ چاہے وہ غیبی حقیقتوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔[7]

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مکی دور میں کفار سب سے زیادہ وقوعِ قیامت کا ہی انکار کرنے والے تھے، چنانچہ اس وقت سب سے زیادہ آیات ایسی نازل ہوئیں جن میں قیامت کا حق و سچ ہونا ہی مذکور ہے۔ ذیل میں وقوعِ قیامت پر چند نقلی و عقلی دلائل مختصراً ذکر کئے جارہے ہیں:

وقوعِ قیامت پر نقلی دلائل: سورہ حج کی ابتدائی آیات میں اللہ پاک نے جہاں تخلیق انسانی کے مراحل کو بیان فرمایا وہاں یہ بھی ذکر فرمایا کہ اللہ پاک مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد مارنے اور پھر دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے، نیز فرمایا: اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَاۙ (پ17، الحج:7) ترجمہ کنز العرفان: یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ ایک مقام پر ہے: لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِؕ (پ5، النسآء:87) ترجمہ کنز العرفان: وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔

وقوعِ قیامت پر عقلی دلائل: نظامِ دنیا ہے کہ جب کوئی محنت و مشقت کرتا ہے تو اپنے کام کی جزا پاتا ہے اور جو اپنے مالک کی یا اپنے ملکی قوانین کی نافرمانی و خلاف ورزی کرتا ہے تو سزاوار ٹھہرتا ہے، لہٰذا قیامت کا قیام بھی ضروری ہے تاکہ اچھوں کو ان کے کاموں کی جزا ملے اور بروں کو ان کے کئے کی سزا۔

بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ دنیا میں ظلم سہتے رہتے ہیں، انہیں زندگی میں راحت کم ملتی ہے اور بہت سے ایسے ہیں جو ظلم کرتے ہیں لیکن دنیا میں انہیں سزا نہیں ملتی اور ظالم کا بغیر سزا کے رہ جانا اور مظلوم کا بغیر جزا کے رہ جانا اللہ پاک کی مصلحت کے خلاف ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے، نیز جزا و سزا کے معاملہ سے پہلے ضروری ہے کہ اس جہان کو مکمل ختم کیا جائے کیونکہ یہ جہان دار العمل ہے، اس لئے ایک اور جہان ہو جو صرف دار الجزا ہو اور وہاں جزا و سزا کا معاملہ ہو اور وہی قیامت ہے۔

اسی طرح اگر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ انسان دنیا میں اچانک نہیں آیا بلکہ اس سے قبل کئی عالموں میں رہ چکا ہے مثلاً عالمِ ارواح پھر شکمِ مادر پھر عالمِ دنیا جب یہ چیزیں عقل کے دائرے میں آتی ہیں تو اب اگر چوتھا عالَم یعنی عالمِ قیامت بھی مان لیا جائے تو اس میں کیا عقلی قباحت ہے؟[8]

انکارِ قیامت کے نقصانات: منکرِ قیامت فطرت سے باغی ہو جاتا ہے، وہ اچھے اخلاق سے محروم ہو جاتا ہے۔ مالکِ کائنات کی قدرت، حکمت اور مصلحت سے فرار اختیار کرتا ہے، نفسانی خواہشات میں مبالغہ کرتا ہے، کفر و ضلالت، اور سرکشی پر اتر آتا ہے، بے باک ہو جاتا ہے، اعمال حسنہ سے بیزار ہو جاتا ہے، شیطان اور نفس کا غلام بن جاتا ہے۔

---

1 عقیدۂ آخرت، ص4 2 مسلم، ص1201، حدیث: 7373 3 بہار شریعت، حصہ:1، 1/127 4 بہار شریعت، حصہ:1، 1/129 5 شفا شریف، 2/290 6 ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص386 7 عقیدۂ آخرت، ص 36 ملخصاً 8 عقیدۂ آخرت، ص5 ملخصاً

حضور کی والدہ ماجدہ

(قسط چہارم)

ہر ماہ کسی نبی کی بشارت: حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جب امید سے ہوئیں تو پہلے ماہ حضرت آدم تشریف لائے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے متعلق خبر دی۔ دوسرے ماہ حضرت ادریس علیہ السلام تشریف لائے اور حضور کے فضل و کرم اور شرف عالی کی خبر دی۔ تیسرے ماہ حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے اور بتایا کہ آپ کا نورِ نظر فتح و نصرت کا مالک ہے۔ چوتھے مہینے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تشریف لا کر حضور کے قدر و شرف کے متعلق آگاہ فرمایا۔ پانچویں مہینے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آکر آپ کو بتایا کہ جس ہستی کی آپ ماں بننے والی ہیں وہ صاحب مکارم و عزت ہے۔ چھٹے مہینے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تشریف لا کر حضور کی قدر و جاہ عظیم کے متعلق آپ کو بتایا۔ ساتویں مہینے حضرت داود علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپ جس ہستی کی ماں بننے والی ہیں وہ مقامِ محمود، حوضِ کوثر، لواءُ الحمد، شفاعتِ عظمیٰ اور روزِ ازل کا مالک ہے۔ آٹھویں مہینے حضرت سلیمان علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپ کو نبی آخر الزمان کی ماں بننے کا شرف ملنے والا ہے۔ پھر نویں مہینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تشریف لا کر خبر دی کہ آپ کے نورِ نظر قول راست اور دین راجح کے مالک ہیں۔ الغرض ہر ایک نبی نے انہیں فرمایا: اے آمنہ! آپ کو بشارت ہو کہ آپ دنیا و آخرت کے سردار کی ماں بننے والی ہیں، لہٰذا جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھئے گا۔[1]

ولادت کا ماہ و دن: مشہور یہ ہے کہ حضور کی ولادت باسعادت 12 ربیع الاول شریف کو پیر کے دن ہوئی، نیز یہ کہ ولادت باسعادت کا مہینا ربیع الاول ہی تھا، محرم، رجب، رمضان یا کوئی دوسرا معزز و محترم ماہ نہ تھا کیونکہ حضور کے عزو شرف کا تعلق کسی مہینے سے نہیں، بلکہ مقامات کی طرح زمانے کو بھی آپ سے نسبت کی وجہ سے شرف حاصل ہوا۔ اگر آپ کی ولادت ان مہینوں میں سے کسی میں ہوتی تو یہ وہم کیا جاتا کہ آپ کو فلاں مہینے کی وجہ سے شرف اور مرتبہ ملا ہے، اس لئے اللہ پاک نے آپ کی ولادت ان مہینوں کے علاوہ رکھی تاکہ اس مہینے آپ کی عنایت اور آپ کے ذریعے اس کی کرامت کا اظہار ہو۔ جب جمعۃ المبارک کا یہ عالم ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ ہوئی اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں کوئی مسلمان بندہ بھلائی طلب کرے تو اللہ پاک اسے عطا کرتا ہے لہٰذا اس وقت کے متعلق آپ کیا کہیں گے جس میں تمام رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب کی ولادت کے دن یعنی پیر کو وہ عبادات نہ رکھیں جو جمعہ کے دن رکھیں کہ جس میں حضرت آدم پیدا ہوئے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے حضور کے احترام و اکرام کے طور پر آپ کے وجود مسعود کی وجہ سے پیر کے دن آپ کی امت پر تخفیف رکھی، چونکہ آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا لہٰذا اس رحمت میں سے ایک بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے دن کسی خاص عبادت کا مکلف نہیں بنایا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پیر کے دن پیدا ہوئے۔ پیر کو ہی آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا، پیر کے دن آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پیر کے دن ہی مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، نیز حجر

اسود کو بھی پیر کے دن نصب فرمایا۔ اسی دن فتح مکہ کا واقعہ ہوا اور سورہ مائدہ کا نزول بھی اسی دن ہوا۔[3]

یہ بھی مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت پیر کے دن فجر کے وقت ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مر الظہران کے مقام پر ایک شامی راہب کہا کرتا تھا: اے اہلِ مکہ! عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہو گا، اہلِ عرب اس کے دین کو اختیار کریں گے اور وہ عجم کا بھی مالک ہو گا۔ یہ اس (بچے کی پیدائش) کا زمانہ ہے۔ چنانچہ جب بھی مکہ مکرمہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا اس کے متعلق پوچھتا۔ پھر جب حضور کی ولادت ہوئی تو حضرت عبد المطلب اسی صبح راہب کے پاس گئے تو وہ آپ سے کہنے لگا: (اے عبد المطلب!) اس بچے کے باپ بن جائیے! یقیناً وہ بچہ جس کے متعلق میں آپ سے بیان کرتا ہوں وہ پیر کے دن پیدا ہو گا، اسی دن اعلانِ نبوت کرے گا اور اس کا وصال بھی اسی دن ہو گا۔ اس پر حضرت عبد المطلب نے جب اسے یہ بتایا کہ آج پیر کے دن ہمارے ہاں بھی بچہ پیدا ہوا ہے تو اس نے پوچھا: آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ جب بتایا کہ اس کا نام محمد رکھا ہے تو بولا: اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ وہ بچہ آپ کے ہی گھرانے میں پیدا ہو گا، اس کی پہچان کی تین خصوصیات پائی جا رہی ہیں: ❶ اس کا ستارہ گزشتہ رات طلوع ہوا ❷ وہ آج کے دن پیدا ہوا اور ❸ اس کا نام محمد ہے۔[4]

شب قدر افضل ہے یا شب میلاد؟ بلاشبہ حضور کی ولادت کی رات شب قدر سے افضل ہے اور اس کی تین وجوہ ہیں: ❶ شبِ میلاد حضور کے ظہور کی رات ہے جبکہ شب قدر حضور کو عطا کی گئی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس شے کو کسی کی وجہ سے شرف حاصل ہو وہ اس ذات سے زیادہ شرف والی نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس اعتبار سے میلاد شریف کی رات افضل ہے۔ ❷ شب قدر میں فرشتے اترتے ہیں جبکہ شب میلاد میں وہ ہستی جلوہ گر ہوئی جو فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ یہی زیادہ پسندیدہ قول ہے۔ ❸ شب قدر میں صرف امت محمدیہ پر فضل خداوندی ہوتا ہے جبکہ شبِ میلاد تمام موجودات پر فضل ہوا کہ اللہ پاک نے حضور کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، اس طرح تمام مخلوق کو نعمت حاصل ہوئی۔ لہٰذا اس رات کا نفع عام ہوا اور یہ رات افضل قرار پائی۔[5]

شب ولادت کے واقعات

ستاروں کا جھکنا: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں حضور کی پیدائش کے وقت ان کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کے پاس موجود تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکنے لگے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ مجھ پر آگریں گے، جب حضور پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ سے ایسا نور نکلا جس نے در و دیوار کو جگمگا دیا اور مجھے ہر طرف نور ہی نور نظر آنے لگا۔[6] جبکہ شواہد النبوۃ میں ہے کہ حضرت عثمان کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ حضور کے نور کے سامنے چراغ کی روشنی بھی ماند تھی، میں نے اس رات 6 نشانیاں دیکھیں: ❶ جب حضور پیدا ہوئے تو آپ نے پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے سجدہ کیا۔ ❷ جب حضور نے اپنا سرِ مبارک سجدہ سے اٹھایا تو نہایت فصاحت کے ساتھ فرمایا: **لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ**۔ ❸ حضور کی پیدائش پر تمام گھر روشن ہو گیا۔ ❹ حضور پیدا ہوئے تو میں نے آپ کو نہلانا چاہا لیکن ہاتف غیبی سے آواز آئی: اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالئے ہم نے آپ کو پاک و صاف پیدا کیا ہے۔ ❺ پھر جب میں نے معلوم کرنا چاہا کہ لڑکی ہے یا لڑکا تو میں نے آپ کو ختنہ شدہ اور ناف کٹی ہوئی دیکھی۔ ❻ پھر جب میں نے خیال کیا کہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹوں تو میں نے آپ کی پشت پر مہرِ نبوت دیکھی اور آپ کے کندھے کے درمیان **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا دیکھا۔[7]

---

❶ رسائل میلاد مصطفیٰ، مولد العروس اردو، ص 225 ❷ مواہب اللدنیہ، 1 / 75 ❸ مواہب اللدنیہ، 1 / 75 ❹ مواہب اللدنیہ، 1 / 76 ❺ مواہب اللدنیہ، 1 / 77 ❻ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص 76، حدیث: 76 ❼ شواہد النبوۃ مترجم، ص 70

سابقہ شمارے میں حضرت یوسف علیہ السّلام کی سیرت اور چند معجزات ذکر کئے گئے تھے، اب آپ کے ان ایمان افروز اور دلچسپ معجزات و عجائبات کو بیان کیا جارہا ہے جو آپ کو کنویں میں اور اس کے بعد مصر تک پہنچنے کے راستے میں اور پھر مصر میں پیش آئے۔ ان تمام باتوں کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب **بحر المحبۃ** میں ترتیب وار ذکر کیا ہے، ذیل میں مذکور تمام معجزات و عجائبات اور آپ علیہ السّلام سے متعلق مزید مفید معلومات امام غزالی کی مذکورہ کتاب سے ہی لئے گئے ہیں:

کنویں میں تنہائی کے ساتھی: جب حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے آپ کو کنویں میں ڈالا تو اللہ پاک نے آپ کی حفاظت کے لئے اور کنویں میں تنہائی و وحشت دور کرنے کے لئے آپ کے پاس جنت سے غلام بھیج دیئے۔ [1]

50 سال بعد آخر خواب پورا ہوا: حضرت یوسف علیہ السّلام کو ان کے بھائیوں سے مالک بن زعر نامی مصری شخص نے خریدا تھا، اس نے بچپن میں خواب دیکھا تھا کہ کنعان کی سرزمین پر سورج آسمان سے اتر کر اس کی آستین میں داخل ہوا، پھر نکل کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا، اس کے بعد ایک سفید بادل سے اس پر موتی برسے جنہیں چن کر اس نے اپنے صندوق میں بھر لیا۔ اس خواب کی تعبیر اسے یہ بتائی گئی کہ اسے ایک غلام ملے گا، جو حقیقت میں غلام نہ ہو گا، اس کی برکت سے وہ اتنا دولت مند ہو جائے گا کہ اس کے اثرات قیامت تک اس کی اولاد میں باقی رہیں گے، اس کی دعا کی برکت سے وہ جہنم سے نجات کا اور جنت کا حق دار ٹھہرے گا، اس کی اولاد کثیر ہو گی اور ہمیشہ اس کا نام و ذکر باقی رہے گا۔ چنانچہ وہ فوراً کنعان پہنچا کہ کسی طرح وہ غلام مل جائے، مگر ہاتف غیب سے آواز آئی اتنی جلدی نہ کر! ابھی اس ملاقات میں 50 سال باقی ہیں۔ پھر بھی وہ ہر سال اس علاقے میں دو بار جاتا۔ جب 50 سال پورے ہوئے تو اس نے اپنے بشریٰ نامی غلام سے کہا: اگر اس بار تجھے وہ غلام مل گیا کہ جس کی تلاش میں میں اتنے عرصے سے بھٹک رہا ہوں تو تجھے اپنا نصف مال ہی نہیں دوں گا بلکہ تو میری جس بیٹی سے چاہے گا اس سے تیری شادی بھی کروادوں گا۔ چنانچہ،

جب وہ دمشق سے کنعان پہنچا، تو دور سے ہی کیا دیکھتا ہے کہ پرندے (راستے میں موجود ایک ویران اور خشک) کنویں کا طواف کر رہے ہیں، حقیقت میں وہ فرشتے تھے جنہیں اللہ پاک نے بھیجا تھا۔ مالک نے قافلہ والوں سے کہا: اس خشک کنویں کی طرف چلو! ہو سکتا ہے اس سے پانی نکل آیا ہو۔ جب وہ کنویں کے قریب پہنچا اور اس کی سواریوں کے جانور یعنی گدھوں اور اونٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھی تو وہ اپنی پیٹھ کا بوجھ پھینک کر کنویں کی طرف دوڑنے لگے۔ مالک نے قافلے کو مناسب مقام پر ٹھہرا کر اپنے غلام بشریٰ اور خادم مامل کو ایک ڈول دے کر پانی لانے کے لئے کنویں کی طرف بھیجا۔ [2]

بے مثل حسن کا خریدار کون ہو سکتا ہے؟ ادھر حضرت جبریل علیہ السّلام نے حاضر خدمت ہو کر حضرت یوسف علیہ السّلام سے عرض کی: چلئے! پوچھا: کہاں؟ عرض کی: آپ کو یاد ہے کہ ایک دن آپ نے شیشے میں اپنا حسن و جمال دیکھا تو دل میں کیا کہا تھا؟ ارشاد فرمایا: ہاں! میں نے یہ کہا تھا کہ اگر میں غلام ہوتا تو کوئی بھی میری قیمت ادا نہ کر پاتا۔ عرض کی: آج وہی دن ہے،

چلئے اپنی قیمت دیکھ لیجئے۔ جب آپ ڈول میں بیٹھ کر باہر آئے تو مالِ خادم پکار اٹھا: اے بشریٰ! یہ تو وہی غلام ہے جسے ہم 50 سال سے تلاش کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً آپ کو قافلے میں چھپا دیا۔[3]

حضرت یوسف کے بھائیوں اور امیر قافلہ کے درمیان مکالمہ: صبح کے وقت آپ کے بھائی آپ کو دیکھنے کے لئے آئے تو کنویں میں نہ پاکر قافلے والوں کو گھیر لیا اور ان سے کہنے لگے کہ ہمارا ایک غلام بھاگ گیا ہے، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ اس کنویں میں چھپا ہوا تھا اور تم لوگوں نے اسے نکال لیا ہے، ہمیں بتاؤ! تم نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اسے ہمارے سامنے لاؤ! ورنہ ہماری ایک پکار پر تمہاری روحیں تمہارے جسموں سے جدا ہو جائیں گی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام بھی ان کی باتیں سن رہے تھے، چنانچہ انہوں نے قافلے والوں سے فرمایا کہ انہیں ان کے سامنے جانے دیا جائے، جب آپ کے ایک بھائی نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کے پاس آکر کہنے لگا: اگر آپ نے غلامی کا اقرار کر لیا تو محفوظ رہیں گے ورنہ ہم آپ کو واقعی قتل کر دیں گے۔ تو آپ نے قافلے والوں سے فرمایا: یہ لوگ سچ کہہ رہے ہیں، یہی میرے گھر والے ہیں اور میں واقعی غلام ہوں۔ پھر جب امیر قافلہ مالک نے آپ سے یہ پوچھا کہ اس ویران کنویں اور اپنے بھائیوں سے آپ کیسے محفوظ رہے؟ ارشاد فرمایا: **لاالٰہ الااللّٰہ محمدرسول اللّٰہ** کی برکت سے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ عبرانی زبان میں اللہ پاک کی کتاب تورات میں یونہی لکھے ہوئے تھے۔[4]

بے مثل حسن کی بے مول قیمت: بہر حال ابھی تک مالک کو چونکہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے غلام ہونے پر یقین نہ آیا تھا، اس لئے اس نے ایک بار پھر آپ سے پوچھا: آپ حقیقت میں کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں غلام ہیں۔ مگر اس بار یہ کہتے ہوئے اشارے سے یہ اظہار بھی کر دیا کہ میں ان کا نہیں بلکہ اللہ کا بندہ ہوں۔ مالک بن زعر چونکہ ہر قیمت پر آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا لہٰذا اس نے آپ کے بھائیوں سے کہا: اپنے اس غلام کو کتنے میں بیچو گے؟ بولے: اگر تم اس کے عیبوں کے باوجود اسے خریدنا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ مالک نے فوراً رضامندی کا اظہار کر دیا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام یہ سب دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان کے بھائی کثیر مال و دولت مانگیں گے، مگر آپ کے بھائیوں نے مالک بن زعر کے پیش کردہ کثیر درہم و دینار میں سے صرف مٹھی بھر ہی لئے۔ چنانچہ ان کی حسبِ منشا انہیں رقم ادا کرنے کے بعد مالک بولا کہ کوئی ایسی تحریر بھی لکھ دو کہ یہ تمہارا غلام تھا اور تم نے اسے مجھے بیچ دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ سب بھی لکھ دیا۔[5]

بھائیوں سے الوداعی ملاقات: جب حضرت یوسف علیہ السّلام اپنی آبائی سرزمین سے کوچ کرنے لگے تو انہوں نے مالک سے فرمایا: مجھے تھوڑی دیر کی اجازت درکار ہے تاکہ میں اپنے مالکوں کو الوداع کہہ سکوں، ہو سکتا ہے اب میں کبھی لوٹ کر واپس نہ آسکوں اور آج کے بعد کبھی ان سے مل نہ سکوں۔ اس پر مالک بولا: تم کیسے غلام ہو! انہوں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اب بھی تم ایسا چاہتے ہو؟ ارشاد فرمایا: ہر فرد کا فعل اس کے ظرف کے مطابق ہوتا ہے۔ بہر حال اجازت ملنے پر جب بھائیوں کے پاس گئے تو فرمایا: تم نے مجھ سے اگرچہ شفقت بھرا سلوک نہیں کیا مگر میری دعا ہے کہ اللہ پاک تم سب پر رحم فرمائے، اسی طرح تم سب نے تو مجھے مقامِ ذلت پر پیش کر دیا ہے مگر میری دعا ہے کہ اللہ پاک تمہیں عزتیں عطا فرمائے، تم نے بھلے مجھے بیچ دیا ہے مگر میری دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیشہ تمہاری حفاظت فرمائے، اسی طرح تم نے بھلے مجھے بے یار و مددگار بنا دیا ہے مگر میری دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیشہ تمہاری مدد و نصرت فرمائے۔ اس کے بعد آپ رونے لگے اور آپ کے تمام بھائی بھی رونے لگے اور بولے: ہم اپنے فعل پر شرمندہ ہیں، مگر ہم آپ کو واپس نہیں لے جاسکتے۔[6]

---

❶ بحر المحبۃ، ص28 ❷ ص30 ❸ ص31 ❹ ص34 ❺ ص36 ❻ ص39

موضوع

شرح سلامِ رضا

بنت اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

(33)

طائرانِ قُدُس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سَرو قامت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **قُمریاں:** فاختہ کی طرح خوش الحان پرندے۔ **سہی:** سیدھا۔ **سرو:** ایک درخت جو سیدھا اور گاجر کی شکل کا ہوتا ہے۔ **قامت:** قد۔

مفہومِ شعر: معصوم فرشتے قُمریوں کی طرح حضور کی شان بیان کرتے اور درود بھیجتے ہیں اس قد و قامت والے پہ لاکھوں سلام۔

شرح: طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں: قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے: **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا** (پ22، الاحزاب:56) ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

امام سخاوی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: درود شریف کی آیت مدنی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے بندوں کو اپنے حبیب صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وہ قدر و منزلت بتا رہا ہے جو ملاِ اعلیٰ (یعنی فرشتوں) میں اس کے حضور ہے کہ وہ مُقَرّب فرشتوں میں اپنے حبیب صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ثنا بیان فرماتا ہے اور یہ کہ فرشتے آپ پر صلاۃ بھیجتے ہیں، پھر عالَمِ سفلی کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ پر صلاۃ و سلام بھیجیں تاکہ نیچے والی اور اوپر والی ساری مخلوق کی ثنا آپ پر جمع ہو جائے۔[1]

سہی سرو قامت: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضورِ انور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نہ بہت زیادہ لمبے تھے نہ پستہ قد، بلکہ آپ درمیانی قد والے تھے اور آپ کا مقدس بدن انتہائی خوبصورت تھا، جب آپ چلتے تو کچھ خمیدہ ہو کر چلتے تھے۔[2] جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم جب چل رہے ہوتے تو ایسے معلوم ہوتا گویا کہ آپ کسی بلندی سے اتر رہے ہیں، میں نے آپ کا مثل نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔[3]

الغرض سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور میانہ قد تھے لیکن یہ آپ کی معجزانہ شان ہے کہ اگر آپ ہزاروں انسانوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تو آپ کا سرِ مبارک سب سے اونچا نظر آتا تھا۔[4] اعلیٰ حضرت نے ایک مقام پر قدِ مصطفےٰ کی شان و عظمت کو یوں بھی بیان فرمایا ہے:

قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت ظلِّ ممدودِ رأفت پہ لاکھوں سلام

(34)

وصف جس کا ہے آئینۂ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **وصف:** خوبی۔ **حق نما:** اللہ پاک کی راہ دکھانے والا۔ **خدا ساز:** خدا کی پہچان کرانے والا۔ **طلعت:** چہرہ

مفہومِ شعر: جو چہرہ مبارک حق کو دیکھنے کا آئینہ ہے، خدا کی پہچان کرانے والے اس چہرے کی نورانیت پہ لاکھوں سلام۔

شرح: حدیثِ پاک میں ہے: مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَى الْحَقّ یعنی جس نے مجھے دیکھا یقیناً اُس نے حق کو دیکھا۔[5] بعض لوگ اس

حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد ربِّ کریم کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور آئینۂ ذاتِ کبریا ہیں جیسے کہا جائے: جس نے قرآنِ مجید پڑھا اس نے ربِّ کریم سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے امام محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں لیکن ہم نے جو توجیہ عرض کی اس توجیہ سے یہ معنی درست ہیں۔ قرآنِ کریم نے حضور کو ذِکرُ اللّٰہ فرمایا، کیونکہ حضور (صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم) کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔[6] یہی قول شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا روئے منور ربِّ کریم کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ پاک کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔[7]

خدا ساز طلعت: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایامِ وصال میں یارِ باوفا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک آقائے کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور اپنے غلاموں کی طرف دیکھا تو ہمیں یوں محسوس ہوا: كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ گویا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہے۔[8]

(35)

جس کے آگے سرِ سَروَراں خَم رہے
اس سرِ تاجِ رِفعت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: سرِ سَروَراں: بادشاہوں کے سر۔

مفہومِ شعر: اس سرِ مبارک کی بلندی اور مرتبے پہ لاکھوں سلام جس کے آگے بادشاہوں کے سر جھک گئے۔

شرح: سرِ تاجِ رفعت: یعنی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے سرِ اقدس کی یہ شان ہے کہ بڑے بڑے باشاہوں اور تاجوروں کے سر آپ کے آگ جھک گئے اور اللہ پاک نے آپ کے سرِ اقدس پر نعمت و برتری کا ایسا تاج سجایا کہ تمام بلندیاں اور رفعتیں وہاں سے خیرات پا رہی ہیں۔

(36)

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لَکّۂ ابرِ رَحمت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: کرم: رحمت۔ گیسو: بال مبارک۔ مشک سا: کستوری کی مثل۔ لکہ: ٹکڑا۔ ابر: بادل۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی زلفیں کرم کی گھٹا جیسی ہیں جن سے مشک کی خوشبو مہکتی ہے، ابرِ رحمت کے اس ٹکڑے پہ لاکھوں سلام۔

شرح: صحیح بخاری شریف میں ہے: اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا بال مبارک تھا جسے آپ نے چاندی کی ڈبیہ میں رکھا ہوا تھا، مدینہ منورہ میں جب کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ بال مبارک کو پانی میں بھگو دیتیں اور پھر وہ مبارک پانی مریض کو پلایا جاتا تو وہ شفا پا جاتا تھا۔[9] [10]

جب نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم حلق کراتے (یعنی بال مبارک اُترواتے) تو صحابہ کرام علیہم الرضوان بال حاصل کرنے کے لئے دیوانہ وار گھومتے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے بال مبارک عذابِ قبر سے حفاظت کا نسخہ ہیں۔ جیسا کہ کاتبِ وحی جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے بال مبارک موجود تھے اور آپ نے وصیت فرمائی کہ ان بالوں کو میرے ساتھ میری قبر میں رکھ دیا جائے۔[11]

---

1 القول البدیع، ص85 2 شمائل محمدیہ، ص16، حدیث:2 3 شمائل محمدیہ، ص19، حدیث:5 4 سیرتِ مصطفیٰ، ص566 5 بخاری، 4/407، حدیث: 6996 6 مراٰۃ المناجیح، 6/286 ملتقطاً 7 مدارج النبوۃ، 1/3 8 بخاری، 1/243، حدیث: 680 9 بخاری، 4/76، حدیث: 5896 ماخوذاً 10 عمدۃ القاری، 15/94، تحت الحدیث: 5896 ملخصاً 11 تاریخ ابن عساکر، 59/229 ملخصاً

مدنی مذاکرہ

(1) سالگرہ کس انداز سے منانی چاہیے؟

سوال: آپ کے رضاعی پوتے حسن رضا عطاری بن علی رضا ماشاء اللہ 13 جمادی الاولیٰ 1440 سنِ ہجری کو تین سال کے ہوئے۔ اس حوالے سے ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں نہ کیک کاٹا گیا اور نہ ہی اس طرح کی دیگر چیزیں ہوئیں بلکہ نعت خوانی اور نیاز کا اہتمام کیا گیا۔ یہ ارشاد فرمایئے کیا ہم اس موقع کو بھی حُصولِ ثواب کے لیے استعمال کر سکتے ہیں؟ نیز چھوٹے بچے یا چھوٹی بچی کی سالگرہ کس انداز سے منانی چاہیے؟

جواب: سبحان اللہ جس طرح حسن رضا کی سالگرہ یعنی Birth Day منائی گئی وہ بہت ہی برکت کا باعث ہے، کیونکہ جس مکان میں یہ سلسلہ ہوا اس مکان میں ذکرِ خدا و ذکرِ مصطفےٰ ہو رہا تھا اور دُعائیں مانگی جارہی تھیں اور ایسے موقع پر رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: نیکوں کے ذِکر کے وقت رحمت کا نُزول ہوتا ہے۔[1] تو جب نیکوں کے سردار، شہنشاہِ ابرار صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذِکرِ خیر ہو گا اور ان کی نعت پڑھی جائے گی کیا اس وقت رحمت نازل نہیں ہو گی؟ پھر جب رحمت کا نُزول ہو گا تو جو لوگ وہاں موجود ہوں گے کیا وہ اس رحمت کی برسات میں نہیں نہائیں گے؟ اور جب یہ سب لوگ اس رحمت کی برسات میں نہائیں گے تو جس کی سالگرہ منائی جارہی ہے وہ مدنی پھول بھی وہاں موجود ہو گا تو کیا رحمت کے چھینٹے اس پھول پر نہیں پڑیں گے؟ اور جس پر رحمت نازل ہو گی کیا اسے برکت نہیں ملے گی؟ بیشک اس محفل سے دعائیں بھی ملیں گی اور برکات بھی حاصل ہوں گی۔ سالگرہ وغیرہ کے موقع پر اس انداز سے تقاریب اور محافل کا انعقاد کرتے رہنا چاہیے۔[2]

(2) دن بدن عمر میں اِضافہ ہوتا ہے یا کمی؟

سوال: سالگرہ کے موقع پر کہا جاتا ہے: "بچہ ایک سال اور بڑا ہو گیا" کیا واقعی بچے کی عمر میں اِضافہ ہوتا ہے اور ایسے موقع پر اس طرح کے جملے بولنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: آج کل سالگرہ کے موقع پر لوگ کہتے ہیں: **بچہ اتنے سال کا ہو گیا اور اتنا بڑا ہو گیا**، درحقیقت وہ بڑا نہیں ہوتا بلکہ چھوٹا ہو جاتا ہے۔[3] مثلاً اللہ پاک کے علم میں حسن رضا کی عمر 92 سال ہو اور اب اس نے تین سال گزار لیے تو یہ بظاہر بڑا ہوا ہے اس کو بڑا بولنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، لیکن حقیقت میں یہ 89 سال کا رہ گیا ہے یعنی یہ تین سال چھوٹا ہو چکا ہے۔ سالگرہ کے موقع پر اس انداز سے بھی عبرت حاصل کی جاسکتی ہے۔[4]

(3) سالگرہ پر غبارے پھوڑنا اور کیک کاٹنا کیسا؟

سوال: سالگرہ پر غبارے پھوڑنا اور کیک کاٹنا کیسا؟

جواب: فی زمانہ تو سالگرہ کے موقع پر لوگوں کا یہی حال ہے کہ خوب قہقہے بلند کرتے، زور زور سے Happy Birth Day کہتے ہوئے غبارے پھوڑ رہے ہوتے ہیں، حالانکہ غبارہ پھوڑنا اسراف اور ایک فضول چیز ہے، اس میں مال ضائع ہو رہا ہوتا ہے۔ صرف غبارے لگانا ناجائز نہیں بلکہ انہیں پھوڑ کر ضائع

کر دینا اسراف ہے، لہٰذا ایسی رسم شروع ہی نہ کی جائے جس سے مسائل کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم لوگ سالگرہ پر نہ تو غبارے لٹکاتے ہیں اور نہ ہی کیک کاٹتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں ہیں۔ میری سالگرہ یعنی BirthDay 26 رمضانُ المبارک کو اسلامی بھائی مناتے ہیں مگر مجھے معلوم ہے کہ اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے یا کیا ہوتا ہے؟ "مَن آنَم کہ مَن دانَم یعنی میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں؟" اس میں بعض اسلامی بھائی کیک کاٹتے ہیں، یہ کیک مجھے بھی ملے ہیں مگر میں ایسا کرنے والوں کو ہر بار سمجھاتا ہوں کہ اس بار کیک کاٹ لیا مگر آئندہ ایسا نہیں کرنا۔ میں اس طرزِ عمل کو رواج دینا نہیں چاہتا کیونکہ سالگرہ کی عام تقاریب میں جب کیک کٹتا ہے تو تالیاں بجتی، Happy Birth Day بولتے ہوئے گلے پھاڑے جاتے اور خوب قہقہے لگا کر ہنسا جارہا ہوتا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ اس میں کتنی سنتیں چھوٹ رہی ہوتی ہیں پھر ان سب سے بڑھ کر مرد و عورت کا بے پردہ ملنے جلنے اور ساتھ ساتھ تالیاں بجانے کا بھی سلسلہ ہوتا ہے جبکہ "مرد و عورت کا بے پردہ اختلاط اور تالیاں بجانا حرام ہے۔"[5] لہٰذا کیک کاٹنے اور تالیاں بجانے کے بجائے نعت خوانی کا اہتمام کیا جائے، اگر نعت خوانی میں کسی کا دل نہ بھی لگے تو وہ تالیاں بجانے اور اس جیسے دیگر گناہوں سے محفوظ رہے گا۔[6]

(4) محرم میں سالگرہ منانا کیسا؟

سوال: میرا نام عائشہ ہے، کیا میں آج اپنی سالگرہ (Birthday) مناسکتی ہوں؟ (WhatsApp کے ذریعے سوال)

جواب: اگر آج آپ کی تاریخِ پیدائش ہے تو بالکل مناسکتی ہیں۔ محرم میں سالگرہ منانا منع نہیں ہے، جب بھی سالگرہ منائیں تو شریعت کے مطابق منائیں، یعنی مرد و عورت اکٹھے نہ ہوں، اسی طرح میوزک چلانا، موم بتی (Candles) بجھانا اور غبارے (Balloons) وغیرہ پھاڑنے کا سلسلہ بھی نہ ہو۔ بلکہ ایسے موقع پر نعت خوانی کروائی جائے، محرم شریف ہے تو تھوڑا کھانا پکا کر کربلا والوں کی نیاز کرلی جائے۔[7]

(5) کیک پر مقدس نام یا نعلین پاک بنا کر کاٹنا کیسا؟

سوال: میں ایک بیکری میں کام کرتا تھا وہاں پر 12 ربیعُ الاول کے مہینے میں نعلین مبارک کے کیک بنائے جاتے تھے، بعض کیکوں کے اوپر "اللّٰہ" یا "محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم" نام لکھا جاتا تھا۔ لوگ ان کیکوں کو گھر لے جاکر چُھری سے کاٹ دیتے تھے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا ٹھیک ہے یا غلط؟ نیز نام لکھنے والوں کو بھی گناہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کیک پر لکھنے کے تعلق سے کئی بار عاشقانِ رسول کو سمجھایا ہے۔ بہت سے لوگ اب ایسا نہیں کرتے اور جو اب بھی ایسا کرتے ہیں تو انہیں سمجھنا چاہیے کہ جس پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مبارک نام چومتے ہیں، فریم کروا کر لگاتے ہیں، ان کے نام پر جان قربان کرتے ہیں اور پھر اسی مقدس نام کو کیک پر لکھوا کر ہاتھ میں چُھری پکڑ لیتے ہیں! آپ کے عشق کو کیا ہو گیا ہے؟ سوچیں تو سہی! آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ مجھے تو یہ بولتے ہوئے بھی مزہ نہیں آرہا کہ میں الفاظ میں اسے بیان کروں۔ لہٰذا اس بے ادبی سے بچنا چاہیے کہ با ادب با نصیب۔[8]

---

1 حلیۃ الاولیاء، 7/335، رقم: 10750

2 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/52-51

3 مشہور مفسر، حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جب سے بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی عمر شروع ہو جاتی ہے عمر گزرتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ عمر بڑھ رہی ہے مگر حقیقت میں گھٹ رہی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے: یَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَّيَالِي وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذَهَابًا یعنی آدمی کو خوش کرتا ہے راتوں کا گزرنا حالانکہ راتوں کا گزرنا اس کی زندگی کا گزرنا ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، 7/50)

4 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/53

5 بہارِ شریعت، حصہ 16، 3/511 ماخوذاً

6 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/55-54

7 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 3/198

8 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/399

موضوع

جاب کرنے والی خواتین

ام میلاد باجی
نگرانِ عالمی مجلس مشاورت دعوتِ اسلامی

معاشرے میں عموماً گھر کے مرد باہر کام کاج کرتے ہیں اور رزقِ حلال کما کر گھر کا نظام چلاتے ہیں اور گھر والوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور یہ ان کی ذمہ داری بھی ہے لیکن بعض اوقات گھر کی خواتین کو بھی جاب کرنی پڑ جاتی ہے اور گھر کا نظام چلانا پڑتا ہے، اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں: ان کے گھر کوئی مرد نہ ہو یا مرد ہو لیکن مہنگائی کی وجہ سے اس کی تنخواہ سے گھر کے تمام افراد کا گزر بسر نہ ہوتا ہو یا مرد کسی بیماری کی وجہ سے کام نہ کر سکتا ہو یا اس طرح کی اور کچھ وجوہات ہو سکتی ہیں جن کی بنا پر خواتین کو نوکری کرنی پڑتی ہے، اس میں بعض خواتین مجبوری کی وجہ سے کرتی ہیں اور بعض شوقیہ ایسا کرتی ہیں، بہر حال اگر ضرورت نہ ہو یا گھر والوں کی اجازت نہ ہو یا بیوی کو شوہر کی طرف سے اجازت نہ ہو تو نوکری نہ کرے، نیز بلاوجہ بھی نوکری نہیں کرنی چاہیے، بلکہ گھر داری سیکھے، سلائی کڑھائی سیکھ لے، اسلامی تعلیمات سیکھے تاکہ اس کو ساری زندگی یہ چیزیں کام آئیں اور اچھے انداز میں اپنے گھر کی ذمہ داریاں پوری کر سکے اور اگر اجازت کی رکاوٹ نہیں ہے تو خاتون کا نوکری کرنا بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ جیسا کہ امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ سے جب اسی حوالے سے سوال کیا گیا کہ کیا عورت ملازمت کر سکتی ہے تو آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ کے حوالے سے اجازت کی یہ 5 شرطیں ذکر فرمائیں: ❶ کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصّہ چمکے ❷ کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئات (یعنی سینے کا ابھار یا پنڈلی وغیرہ کی گولائی) ظاہر کریں ❸ بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصّہ ظاہر نہ ہوتا ہو ❹ کبھی نامحرم کے ساتھ معمولی دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو ❺ اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی فتنے کا گمان نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو (ملازمت وغیرہ) حرام[1]۔[2]

معلوم ہوا! اگر عورت شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے گھریلو ذمے داریوں کی وجہ سے کسبِ معاش میں حصہ لے تو شرعاً اس پر کوئی پابندی عائد کی گئی ہے نہ اسے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ خواتینِ اسلام کی سیرت کے مطالعے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ بہت سی صحابیات اپنے گھر کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی نباہتے ہوئے اور پردے کے معاملات کی رعایت کے ساتھ کسبِ مَعاش میں بھی حصہ لیتی تھیں اور حصولِ معاش کے ایسے طریقے اختیار کرتی تھیں جن سے شریعت کی پابندیوں میں کوتاہی بھی نہ ہو۔ جیسا کہ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تجارت کیا کرتی تھیں اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔ معلوم ہوا! کچھ صحابیات نے معاشی سرگرمیوں میں حصہ ضرور لیا لیکن اسے مقصدِ حیات بنایا نہ دنیوی عیش و آرام اور آسائشوں (Luxuries) کے لئے کمایا اور نہ فضول خرچیوں میں صرف کیا، بلکہ اس کے ذریعے بھی اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہی تلاش کی۔ اللہ پاک ہمیں بھی ایسی توفیق دے کہ اسی کی رضا کے مطابق اپنی پوری زندگی گزاریں۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ، 22/248 [2] پردے کے بارے میں سوال جواب، ص160

موضوع

نانی کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ
ہند

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضراتِ حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما آپ کی گود میں کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں! حالانکہ یہ میرے دو پھول ہیں جن کی مہک میں سونگھتا ہوں۔[1]

معلوم ہوا! اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اپنی نواسے نواسیوں سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ ہمارے معاشرے میں نواسے، نواسیوں سے محبت میں نانی کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہے، کیونکہ نانی اپنے نواسے، نواسیوں سے والہانہ محبت کرتی اور ان کی بہترین و اچھی دوست اور غم خوار بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ نواسے، نواسیوں کی تربیت میں ایک نانی کس طرح مؤثر ہوتی یا ہو سکتی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

- نانی کو چاہئے کہ جس طرح اس نے اپنی بیٹی کی تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا، اسی طرح نواسے، نواسیوں کی تربیت میں بھی اپنی بیٹی کی مدد کرے اور اسے بچوں کو بچپن میں ہی دینی تعلیم دینے کی ترغیب دلائے۔
- عموماً نواسے، نواسیاں قصے کہانیاں سننے کے شوقین ہوتے ہیں، لہٰذا نانی کو چاہئے کہ نواسے، نواسیوں کو جھوٹے و من گھڑت اور ڈراؤنے قصے، کہانیاں سنانے کے بجائے معتبر سنی علما کی کتب و رسائل سے دیکھ کر حکایات سنائے تاکہ ان کے سینوں میں بھی شرعی احکام پر عمل کا جذبہ بیدار ہو اور وہ ڈرپوک بننے کے بجائے بہادر بنیں۔ اس کے لئے مکتبۃ المدینہ سے جاری کردہ کہانیاں بنام نور والا چہرہ، دودھ پیتا مدنی مُنا، بیٹا ہو تو ایسا، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، فرعون کا خواب، جھوٹا چور، لالچی کبوتر، بے وقوف کی دوستی، چالاک خرگوش، راہنمائی کرنے والا بھیڑیا پڑھ کر سنانا، نیز کڈز مدنی چینل دکھانا بے حد مفید ہے۔
- نانی کو چاہئے کہ اپنے نواسے، نواسیوں کو بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنا سکھائے، نیز مقدس ہستیوں مثلاً رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم، ازواجِ مطہرات، صحابہ کرام، اولیائے عظام وغیرہ اور مقدس چیزوں مثلاً قرآنِ کریم اور دیگر دینی کتب وغیرہ کا ادب بھی سکھائے۔
- نواسے، نواسیوں میں انبیائے کرام، ازواجِ مطہرات، صحابہ وصحابیات، اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام رحمۃُ اللہ علیہم کی شمعِ محبت فروزاں کرنے کے لئے ان کے سامنے ان مقدس ہستیوں کے منتخب واقعات پڑھ کر سنائے۔ اس ضمن میں مکتبۃ المدینہ کی کتب سیرت الانبیا، سیرتِ مصطفےٰ، فیضانِ امہات المومنین، کراماتِ صحابہ، خلفائے راشدین، صحابہ کرام کا عشقِ رسول، صحابہ کی باتیں، صحابیات و صالحات کے اعلیٰ اوصاف (جلد 1)، اسلام کی بنیادی باتیں (3 جلدیں)، آیئے! قرآن سمجھتے ہیں (7 جلدیں)، نیز ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) اور ماہنامہ

فیضانِ مدینہ سے مدد لینا انتہائی مفید ہے۔

- اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نانی کو گھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی بات بھی کوئی نہیں ٹالتا، لہٰذا نانی کو چاہیے کہ نواسے، نواسیوں کے درمیان باہمی محبت کی فضا قائم رکھنے میں ہمیشہ اپنا کردار ادا کرتی رہے، تاکہ ان کے درمیان خوشی و محبت کی شمع سدا جلتی رہے۔
- نواسے، نواسیوں سے شفقت و نرمی بھرے انداز میں باتیں کرے اور اسی لہجے میں باتیں کرنا سکھائے تاکہ وہ اسی لہجے میں بات کرنے کے عادی ہو جائیں۔
- غیبت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے، امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: جس طرح بچے کے ساتھ جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں، اسی طرح اس کی غیبت کی بھی ممانعت ہے۔ خواہ ایک ہی دن کا بچہ ہو، بِلا مصلحتِ شرعی اس کی بھی برائی بیان نہ کی جائے۔ ماں باپ اور گھر کے دیگر افراد کیلئے لمحہ فکریہ ہے، ان کو چاہئے کہ بِلا ضرورت اپنے بچوں کو پیچھے سے (اور منہ پر بھی) ضدی، شرارتی، ماں باپ کا نافرمان وغیرہ نہ کہا کریں۔[2] لہٰذا نانی کو چاہئے کہ وہ کبھی بھی اپنے نواسے، نواسیوں کی یا ان کے سامنے کسی بھی مسلمان خصوصاً ان کے والدین کی بُرائی نہ کرے، کیونکہ اس کے کئی نقصانات ظاہر ہو سکتے ہیں مثلاً نواسے، نواسیوں کے دل میں نانی کی اہمیت کم ہو جائے گی، ان کے دل میں اپنے والدین کی نفرت و بیزاری پیدا ہو گی، وہ غیبت کرنا سیکھ جائیں گے وغیرہ۔
- جو کام نرمی سے ہو سکتا ہے اس کام میں سختی دکھانا ہرگز عقلمندی نہیں، لہٰذا اگر نواسے، نواسیاں نانی کے سامنے کوئی برا کام کریں مثلاً کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کریں، جھوٹ بولیں، کسی کا نقصان کر دیں، بغیر پوچھے کسی کی چیز اٹھا لیں، کسی کا نام بگاڑیں، کسی کو گالی دیں، کسی کو دھکا دیں وغیرہ تو نانی کو چاہئے کہ وہ ان پر زور زور سے چلانے، انہیں لعنت و ملامت کرنے اور بد دعائیں دینے کے بجائے انہیں سمجھائے کہ بیٹا! تھوڑا سوچئے! اگر یہی سلوک کوئی آپ کے ساتھ بھی کرے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ اس طرح انہیں اپنے کئے پر شرمندگی ہو گی اور آئندہ وہ ان حرکتوں سے باز رہیں گے۔
- ہر معاملے میں نواسے، نواسیوں میں برابری والا سلوک کرے، حتیٰ کہ عیدین و دیگر خوشی کے مواقع پر ان میں تحائف بھی برابری کی بنیاد پر تقسیم کرے، تاکہ کوئی بھی بچہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو نہ اس کے والدین کے دل میں کوئی میل آئے۔
- اگر نواسے، نواسیاں تنگ کریں تو انہیں جھڑکنے، ڈانٹنے اور ذلیل کرنے کے بجائے پیار و محبت سے سمجھائے یا ان کا دھیان کسی اور جانب کر دے کیونکہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے ان کے احساسات مجروح ہو سکتے ہیں۔
- نواسے، نواسیاں آپس میں لڑ پڑیں تو نانی کو چاہیے کہ وہ تماشائی کا کردار نبھانے اور لڑائی کی آگ کو مزید بھڑکانے کے بجائے معاملہ ان کے والدین تک پہنچنے کا انتظار نہ کرے، بلکہ پہلے ہی آگے بڑھ کر صلح صفائی کرا دے، جب دیکھے کہ معاملہ ٹھنڈا ہو چکا ہے تو انہیں پیار محبت سے مل جل کر رہنے کا درس دے اور لڑائی جھگڑوں کے نقصانات سے آگاہ کرے۔
- نانی زندگی کے کئی نشیب و فراز دیکھ چکی ہوتی ہے اور تجربے میں بھی گھر کے سب افراد سے فائق ہوتی ہے لہٰذا نانی کو چاہئے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے نواسے، نواسیوں کو اپنے ذاتی تجربات سے آگاہ کیا کرے کہ یہ تجربات انہیں زندگی کے ہر موڑ پر فائدہ دیں گے۔

[1] معجم کبیر، 4/155، حدیث: 3990 ملتقطاً [2] غیبت کی تباہ کاریاں، ص 52

بنت محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی اکنامکس گولڈ میڈلسٹ (میانوالی)

ضدی بچوں کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟

اکثر والدین کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ بہت ضدی ہو گیا ہے، بات نہیں مانتا، بد تمیزی کرتا ہے، اپنی من مانی کرتا ہے وغیرہ۔ یاد رہے! بچے کا ضدی ہونا کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ جس کا حل ممکن نہ ہو۔ کیونکہ یہ کوئی پیدائشی بیماری نہیں کہ بچے پیدا ہوتے ہی ضدی ہوں، بلکہ ان کے ضدی ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔ بچوں کی تربیت چونکہ کسی مہارت سے کم نہیں لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ ان تمام عوامل پر گہری نظر رکھیں جو بچے کو ضدی بناتے ہیں۔ چنانچہ والدین کی خیر خواہی کی نیت سے ذیل میں ایسی ہی چند باتوں کا ذکر جا رہا ہے، امید ہے انہیں پیش نظر رکھنے سے وہ بچوں کے ضدی ہونے کی وجوہات کے علاوہ ان کے حل بھی جان لیں گے۔

بچے کے غصے میں ہونے کی علامات

بچے عموماً غصے کی حالت میں ضد کرتے ہیں، لہٰذا سب سے پہلے وہ علامات جاننا ضروری ہیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ بچہ اس وقت غصے میں ہے۔ چنانچہ جب بچہ غصے کی حالت میں ہو تو ✹ اکثر بلند آواز سے روتا ہے تاکہ اس کی طرف توجہ دی جائے ✹ پیروں کو زمین پر مارتا ہے ✹ سر اور ہاتھوں کو دیوار پر مارتا ہے ✹ آس پاس کی چیزوں کو لاتیں مارتا ہے ✹ بڑوں سے بد تمیزی کرتا ہے ✹ بغیر کسی وجہ کے دانتوں سے کاٹنے لگتا ہے ✹ کھلونے وغیرہ توڑنے لگتا ہے ✹ ہاتھ میں جو بھی چیز آئے اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔

ضدی پن کے اسباب و وجوہات اور ان کا علاج

بے جا روک ٹوک: بچوں کو ہر وقت کسی نہ کسی کام یا بات سے روکتے رہنا انہیں ضدی و ڈھیٹ بنا دیتا ہے۔

علاج: بچوں کو ہر وقت ٹوکنے و منع کرنے کے بجائے انہیں جس کام سے منع کر رہے ہیں اس کے نقصان دہ ہونے کے متعلق سمجھائیں۔ مثلاً بچہ بار بار گرم برتن کو چھونے کی کوشش کرے تو اسے بار بار نہ ٹوکیں، بلکہ یہ سمجھائیں اور احساس دلائیں کہ گرم چیزوں کو چھونا کس قدر نقصان دہ ہے! آپ کا یہ احساس بیدار کرنا اسے ہمیشہ کے لئے ہر گرم شے کو چھوتے ہوئے احتیاط کا دامن تھامنا سکھا دے گا۔ ان شاء اللہ

بے جا تفتیش: بچے جب بھی کوئی کام کریں تو ان کی پوچھ گچھ شروع کر دی جائے کہ انہوں نے یہ کام کیوں کیا! یا انہیں ڈانٹا ڈپٹا جائے تو بسا اوقات ان میں ضد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

علاج: بچوں کو ہر وقت بے جا تفتیش کے کٹہرے میں کھڑا رکھیں نہ ان سے سختی سے پیش آئیں کہ بلا وجہ سختی برداشت کرنے والے بچے بڑے ہو کر احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، ان میں خود اعتمادی نہیں رہتی اور انہیں ہر وقت یہی خوف رہتا ہے کہ وہ کچھ غلط کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو نرمی سے اس غلطی کا ازالہ کریں اور اپنے اور بچوں کے درمیان اعتماد کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ اپنی ہر بات آپ کے ساتھ شئیر کر سکیں۔

بے جا لاڈ پیار خواہشات کی تکمیل: اکثر والدین بچوں سے بے جا لاڈ پیار کرتے ہیں اور بچہ بھی فطری طور پر والدین کے ساتھ اٹیچ ہوتا ہے، مگر جب وہ کسی موقع پر اس وہم کا شکار ہو جائے کہ اس کے والدین کی توجہ کا مرکز کوئی اور ہے یعنی وہ کسی اور

بچے سے لاڈ پیار کریں تو یہ برداشت نہیں کر پاتا اور لاشعوری طور پر ضد کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح بچوں کی ہر خواہش پوری کرنے والے والدین اگر کبھی کوئی خواہش پوری نہ کر پائیں یعنی بچے ایسی خواہش کا اظہار کر دیں جو بر وقت پوری نہ ہو سکتی ہو یا ان کے لئے نقصان دہ ہو تو وہ یوں بھی ضدی ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً ایک حکایت میں ہے کہ ایک بادشاہ کے یہاں بیٹا نہیں تھا۔ اس نے اپنے وزیر سے کہا: بھئی کبھی اپنے بیٹے کو لے آنا۔ اگلے دن وزیر اپنے بیٹے کو لے کر آیا، بادشاہ نے اسے دیکھا اور پیار کرنے لگا، پھر بادشاہ نے کہا: اچھا بچے کو آج کے بعد رونے مت دینا۔ اس نے عرض کی: بادشاہ سلامت! اس کی ہر بات کیسے پوری کی جائے؟ بادشاہ نے کہا: اس میں کون سی بات ہے؟ میں سب کو کہہ دیتا ہوں کہ بچے کو جس چیز کی ضرورت ہو اسے پورا کر دیا جائے اور اسے رونے نہ دیا جائے۔ وزیر نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر بچے کی خواہش پر ایک ہاتھی لایا گیا، جس سے وہ تھوڑی دیر کھیلتا رہا لیکن بعد میں رونا شروع کر دیا، بادشاہ نے پوچھا: اب کیوں رو رہے ہو؟ اس نے سوئی کے ساتھ کھیلنے کی خواہش ظاہر کی، سوئی پیش کر دی گئی، مگر تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر رونا شروع کر دیا، بادشاہ نے کہا: ارے! اب کیوں رو رہا ہے؟ تو وہ کہنے لگا: جی! اس ہاتھی کو سوئی کے سوراخ میں سے گزار دیں۔

علاج: والدین اگرچہ بچوں سے حد درجہ مخلص ہوتے ہیں، مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس انمول رشتے کو مزید با اعتماد بنانے کے لیے بچوں کے ساتھ دوستانہ رویہ اختیار کیا جائے، فی زمانہ سوشل میڈیا کی زبان میں یہ رویہ فرینڈلی ہو فرینکلی نہ ہو یعنی رویہ دوستانہ ہو مگر اس میں بے تکلفی نہ ہو۔ چنانچہ بچے کی ہر جائز خواہش اور مطالبہ ضرور پورا کریں۔ لیکن اگر بچہ کسی کوئی نقصان دہ چیز مانگے یا وہ مہنگی ہو یا اس کے لیے موزوں نہ ہو تو بچے کو اس شے کے متبادل پر راضی کرنے کی کوشش کریں، اس سے بچے کی ضد ختم کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

باہمی موازنہ کرنا یا یکساں سلوک کا نہ ہونا: بچے کا اپنے بہن بھائی یا دوسرے بچوں سے موازنہ کرتے رہنا یا بچوں میں یکساں سلوک نہ رکھنا اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا بھی ان کو ضدی بنا دیتا ہے۔

علاج: جو بچے یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے انصاف نہیں کیا جا رہا وہ احساسِ کمتری کا شکار ہو کر اندر ہی اندر ہی کڑھتے رہتے ہیں یا پھر احتجاج کا راستہ اپناتے ہوئے غصے کا اظہار کرنے لگتے ہیں، چنانچہ والدین کو چاہئے کہ ان امور کا خیال رکھیں اور بچوں کو کبھی بھی احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونے دیں۔

بچے دوسروں کو دیکھ کر سیکھتے ہیں: بسا اوقات گھر میں کوئی ایسا فرد بھی ہوتا ہے کہ جس کے رویہ کا بچے پہ اثر پڑتا ہے جیسے کوئی غصے کا تیز ہے یا پھر ضدی ہے تو اس کے دیکھا دیکھی بچہ بھی اس رویہ کو اپنا لیتا ہے۔

علاج: ماحول کا بچے پہ گہرا اثر پڑتا ہے، ایک اچھا ماحول ہی بچے کی مثالی تربیت میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

محسوسات کا اظہار نہ کر پانا: بسا اوقات بچوں کو ایسے معاملات کا سامنا ہوتا ہے جن کا وہ مناسب انداز میں اظہار نہیں کر پاتے تو ان میں چڑچڑا پن اور ضد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً نیند آنا، بھوک محسوس کرنا یا سردی و گرمی لگنا وغیرہ۔ گرمی کی وجہ سے بچوں میں یہ کیفیت اکثر دیکھی گئی ہے۔

علاج: ✹ بچے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیں اور یونہی کچھ دیر مضبوطی سے تھامے رکھیں یا پھر اس سے بات چیت کریں۔ مگر اس حالت میں بچے کو بالکل نظر انداز نہ کریں۔ ✹ اس حالت میں بچے کی تعریف کریں، اس کی اچھائیاں بیان کریں۔ ✹ ایسی حالت میں بچے کا پہلے سکون سے جائزہ لیں اور اس کی ضد کی وجہ جاننے کی کوشش کریں مگر اس کے ساتھ کوئی سختی مت برتیں۔ ✹ بچے کی بوریت دور کرنے کے لئے ہر وقت اس کا ایک آدھ پسندیدہ کھلونا اپنے پاس یا قریب ہی رکھیں۔

تقریباتِ جشنِ آزادی کی خرافات

بنت سردار امینیہ عطاریہ
پی ایچ ڈی اسٹوڈنٹ، فیصل آباد

یقیناً آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ پاک نے بھی نعمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے، لہٰذا 14 اگست 1947ء بمطابق 27 رمضان المبارک 1366 ہجری کے جس مبارک دن ہمارا پیارا وطن پاکستان آزاد ہوا ہمیں اِس دن خوشیاں مناتے ہوئے اس بات کا بھی احساس رہنا چاہئے کہ جس مالکِ حقیقی نے ہمیں اس عظیم الشان نعمت سے نوازا ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کا شکر بھی بجا لایا جائے۔ مگر افسوس! ہمیں اسلامی تعلیمات یاد ہیں نہ قیامِ پاکستان کے مقاصد۔ حالانکہ یہ ملک مذہب کے نام پر بنا اور ایک آزاد ملک کی فضاؤں میں سانس لینے کی آرزو میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں نے مال و جان وغیرہ کی قربانیاں دیں، مگر افسوس! ہمیں کچھ بھی یاد نہیں۔

بحیثیت قوم ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس دن ہم اپنے محسنوں کو یاد کر کے کم از کم انہیں خراجِ عقیدت ہی پیش کر دیتے مگر افسوس! ہماری حالت یہ ہے کہ 13 اگست کو سرِ شام ہی یہ انتظار کرنے لگتے ہیں کہ کب رات کے 12 بجیں اور جشنِ آزادی کے نام پر کان پھاڑ دینے والے جدید ترین ساؤنڈ سسٹم کے ذریعے بے ہنگم موسیقی بجانے، ہوائی فائرنگ و آتش بازی کرنے اور بم پٹاخے پھوڑنے جیسی خرافات کا سلسلہ شروع ہو۔ حالانکہ ان خرافات کے سبب نزدیک رہنے والے مریضوں، بوڑھوں اور گھریلو خواتین کو رات بھر سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چھوٹے بچے خوف سے کانپ جاتے ہیں، شیر خوار بچے ہڑبڑا کر اُٹھ جاتے اور رو رو کر بُرا حال کر لیتے ہیں۔

پھر اسی پر بس نہیں ہوتی بلکہ سڑکوں پر ہلڑ بازی کی جاتی ہے، موٹر سائیکل یا کار کے سائلنسر نکال دیئے جاتے ہیں جن سے نکلنے والی مکروہ آواز سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی، تفریحی مقامات پر رش بڑھ جاتا ہے جہاں مردوں اور عورتوں کے بدن آپس میں ٹکرا رہے ہوتے ہیں، بد نگاہیاں اور بے حیائیاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں، اجنبی لڑکے لڑکیوں میں میل ملاپ اور تحفے تحائف کا لین دین کا سلسلہ ہوتا ہے، اپنے تئیں جدید تہذیب کی کئی خواتین تنگ اور نیم عریاں لباس پہن کر مردوں کے شانہ بشانہ اس گناہ میں خود بھی شریک ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کے واقعات بھی رونما ہو جاتے ہیں، جیسا کہ گزشتہ سال جشنِ آزادی کے موقع پر مینارِ پاکستان پر ایسا ہی ایک نہایت دلخراش واقعہ سوشل میڈیا پر بہت زیادہ وائرل بھی ہوا تھا۔ اس واقعے سے پوری دنیا میں جہاں ہمارے پاک وطن کی جگ ہنسائی ہوئی وہیں ہمارے اسلاف کی ارواح کو بھی تکلیف ہوئی ہو گی کہ جس وطن کی خاطر انہوں نے قربانیاں دی تھیں آج اسی وطن کی بہو بیٹیاں یوں سرِ عام لوگوں کو دعوتِ نظارہ دیتی پھر رہی ہیں۔ ان اشعار میں شاید آج ہی کے معاشرے کی عکاسی کی گئی ہے:

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو کیا اسلاف سے نسبت روحانی ہے
وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

جشنِ آزادی کی خوشی میں کیا کرنا چاہئے؟ ✲ اس دن اللہ پاک

کے حضور سجدہ ریز ہوا جائے اور اس کا شکر بجالایا جائے کہ اس نے ہمیں غلامی سے نجات اور آزادی کی نعمت عطا فرمائی ✲ تحریکِ آزادی میں شامل علمائے اہلِ سنت اور شہدائے کرام کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا جائے ✲ شکرانے کے نفل ادا کئے جائیں ✲ صدقہ و خیرات کیا جائے ✲ قرآن خوانی کا اہتمام کیا جائے ✲ محارم رشتے داروں، سہیلیوں اور پڑوسنوں کو مبارک باد اور تحائف پیش کئے جائیں ✲ قیامِ پاکستان کے مقاصد کو اجاگر کیا جائے ✲ اپنے گھر، مدرسے اور جامعہ پر سبز ہلالی پرچم لہرایا جائے اور دوسرے دن اتار لیا جائے تاکہ اس کا تقدس برقرار رہے ✲ ملکِ پاکستان کی بقاو خوش حالی کے لئے خصوصی دعائیں کی جائیں ✲ وطن کی حفاظت کے لئے اپنے تن، من، دھن کی قربانی دینے کے جذبے کا اظہار کیا جائے ✲ صرف ایسی نظمیں پڑھی اور سنی جائیں جو موسیقی اور غیر شرعی الفاظ سے پاک ہوں ✲ اس دن ہونے والی خرافات سے خود بھی بچا جائے اور اپنی اولاد کو بھی بچایا جائے ✲ ٹی وی اور سوشل میڈیا جشنِ آزادی کی خرافات کو پھیلانے کا بھی ذریعہ ہے اور بچنے کا بھی، لہٰذا جشنِ آزادی کی خرافات سے بچنے کیلئے اس دن صرف اور صرف مدنی چینل ہی دیکھئے ✲ دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net کا وزٹ کیجئے یا سوشل میڈیا پر بنے دعوتِ اسلامی کے مختلف آفیشل یوٹیوب چینلز اور معلوماتی پیجز کا وزٹ کیجئے۔

یاد رکھئے! معاشرتی برائیوں کو روکنا جس طرح مردوں پر لازم ہے اسی طرح خواتین پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے منصب و حیثیت کے مطابق معاشرے میں رائج برائیوں کا خاتمہ کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ جس طرح پاکستان بنانے میں خواتین نے بھرپور کردار ادا کیا تھا اسی طرح پاکستان بچانے میں بھی خواتین کو کردار ادا کرنا ہو گا۔

اپنے بچوں کی اچھی تربیت کر کے تقریباتِ جشنِ آزادی کی خرافات کی روک تھام کے لئے خواتین اہم کردار ادا کر سکتی ہیں، لہٰذا خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی اس حسین انداز میں تربیت کریں کہ آگے چل کر وہ دیگر معاشرتی برائیوں سمیت جشنِ آزادی پر ہونے والی خرافات سے دور رہے۔ اس ضمن میں چند معاون گزارشات پیشِ خدمت ہیں:

❶ بچپن سے ہی اپنے بچوں کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کیجئے تاکہ بڑے ہوں تو یہ اسلام کے شیدائی بن کر معاشرتی برائیوں کا سدِّباب کر سکیں۔

❷ بچوں کو اپنے اسلاف کی قربانیوں کے بارے میں بتائیے تاکہ ان میں ملک کی خدمت کرنے کا جذبہ صحیح معنوں میں پیدا ہو سکے۔

❸ گھر میں دینی ماحول بنائیے، کیونکہ جب گھر کا ماحول دینی ہو گا تو ہمارا معاشرہ بہتری کی جانب گامزن ہو سکتا ہے، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ روزانہ گھر میں کم سے کم ایک گھنٹہ 20 منٹ مدنی چینل چلایئے تاکہ آپ کے بچوں کا رجحان دین کی طرف بڑھے۔

❹ بچوں کو قیامِ پاکستان کا اصل مقصد بتائیے۔

❺ بچیوں کو پردہ کرنے کی ترغیب دینے سے پہلے خود پر پردہ نافذ کیجئے، کیونکہ بچے اپنے بڑوں کو جو کرتا دیکھتے ہیں وہ بھی ویسا ہی کرتے ہیں۔

❻ اپنے بچوں کو ایسی چیزیں خرید کر ہی نہ دیجئے جن سے جشنِ آزادی میں ہونے والی خرافات جنم لیں مثلاً باجے وغیرہ۔

❼ بچوں کو ایسے کاموں کی بھی ہر گز اجازت مت دیجئے جن سے دوسروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ جیسے موٹر سائیکل سے سائلنسر نکالنا۔

اللہ پاک ہمارے حالوں پر رحم فرمائے، ہمیں اپنے وطن کی قدر کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمارے وطن کو صبحِ قیامت تک سلامت رکھے اور اسے اسلام کا قلعہ بنائے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ

جب تک انسان صحت مند رہتا ہے یا اس کے پاس طرح طرح کی نعمتیں ہوتی ہیں تو کیا اپنے اور کیا غیر سبھی اس کے گن گاتے اور اس کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں، لیکن جیسے ہی اس پر کوئی مصیبت و آزمائش آجاتی ہے یا وہ کسی موذی مرض کا شکار ہوتا ہے تو وہی لوگ اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر کسی بھولی بِسری چیز کی طرح بھلا دیتے ہیں، حتی کہ وہ بیوی جس کی ہر فرمائش اس نے پوری کی تھی اور اس کے ناز نخرے برداشت کئے تھے، وہ بھی اپنا ساز وسامان اُٹھا کر ہمیشہ کے لئے اسے داغِ مفارقت دے جاتی ہے۔ لیکن قربان جایئے! حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ پر! جو تاریخِ انسانی کی وہ عظیم ترین خاتون ہیں جنہوں نے وفا شعاری کی اعلیٰ مثال قائم کی، یوں کہ مال و اولاد کی محرومی پر صبر کیا، شوہر پر آنے والی مصیبتوں کو بڑے صبر اور ہمت و حوصلے سے برداشت کیا، مصیبت کی اس گھڑی میں انہیں تنہا چھوڑنے کے بجائے 18 سال کا طویل عرصہ ان کا ساتھ نبھایا اور ہر دکھ درد میں اپنے شوہر کے شانہ بشانہ رہیں، جس کے صلے میں ربِّ کریم نے انہیں اپنی نعمتوں اور خاص رحمت سے سرفراز فرمایا۔

مختصر تعارف: اللہ پاک کے صابر و شاکر پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے نام میں مورخین و مفسرین کا اختلاف ہے، البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں[1] جو شکل و صورت میں حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہ تھیں۔[2]

اِزدواجی زندگی: حضرت ایوب علیہ السلام نے 30 سال کی عمر میں آپ سے شادی فرمائی۔[3] اللہ پاک نے آپ کو 7 بیٹوں اور 7 بیٹیوں سے نوازا تھا جو حضرت ایوب علیہ السلام پر آنے والی آزمائش کے دوران وفات پاگئے تھے، جب ان کی آزمائش ختم ہوئی تو اللہ پاک نے انہیں دوبارہ اتنے ہی بیٹے اور بیٹیاں عطا فرمائیں (یعنی آپ کو ٹوٹل 28 بیٹے بیٹیاں عطا ہوئے تھے۔)[4]

اوصاف: آپ حضرت ایوب علیہ السلام کو پہنچنے والی آزمائش میں ان کے ساتھ صبر و شکر کے ساتھ رہیں، ان کے لئے کھانا تیار کرتیں اور ربِّ کریم کی حمد و ثنا بجا لاتی تھیں۔[5] نیز آپ نہایت عبادت گزار خاتون تھیں۔[6]

فضلِ خداوندی: حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السّلام کی بیماری کے بعد ربِّ کریم نے آپ کی بیوی صاحبہ رحمت کو جوانی و صحت بخشی، اولاد بہت عطا کی، مال اندازے سے بھی زیادہ عطا فرمایا۔[7]

شرعی مسئلے کا ثبوت: مفسرینِ کرام فرماتے ہیں: بیماری کے زمانے میں حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو دیر سے خدمت میں حاضر ہوئیں، چونکہ آپ تکلیف و کمزوری کی وجہ سے بہت سے کام خود نہ کر پاتے تھے اور زوجہ ہی مددگار تھیں تو زوجہ کی غیر موجودگی میں غالباً سخت آزمائش کا معاملہ آیا جس سے بے قرار ہو کر آپ نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے تو اللہ پاک نے حکم دیا کہ آپ انہیں

جھاڑو مار دیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، لہٰذا انہوں نے سو تیلیوں والا ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار مار دیا۔[8] اس کا ذکر قرآنِ کریم میں یوں ہوا ہے: **وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ** (پ23، ص:44) ترجمہ: اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔ جبکہ ایک روایت میں حضرت سعید بن مسیّب رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سو چھڑی مارنے کی قسم کھائی کہ بیوی محنت سے روٹی مہیا کرتی تھیں، ایک روز اس نے زائد روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی جس پر آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ زائد خوراک کسی کے مال میں خیانت کر کے لائی ہیں، تو جب اللہ پاک کی طرف سے آپ پر خاص رحمت کے ذریعے تکلیف کی شدت ختم ہوئی اور بیوی کے متعلق جو آپ کو شبہ تھا اس کی براءت معلوم ہوئی تو اللہ پاک نے فرمایا: آپ ایک مُٹّھا (گُچھا) لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو مار دیں اور قسم نہ توڑیں۔ (پ23، ص:44) تو آپ نے شاخوں کا ایک مُٹّھا (گُچھا) جو سو چھڑیوں کا مجموعہ تھا، لے کر اللہ پاک کے حکم کے مطابق بیوی کو مارا۔[9]

اس واقعے سے علمائے کرام نے حیلہ شرعی کا جواز ثابت کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جائے کہ آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو حاصل کر لے وہ اچھا ہے۔ اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل مذکورہ واقعہ ہی ہے۔[10]

حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ پر رحمت اور تخفیف کا سبب: مفسرِ قرآن ابو سعود محمد آفندی رحمۃُ اللہِ علیہ کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ پر اس رحمت اور تخفیف کا سبب یہ ہے کہ بیماری کے زمانے میں انہوں نے اپنے شوہر کی بہت اچھی طرح خدمت کی اور آپ کے شوہر آپ سے راضی ہوئے تو اس کی برکت سے اللہ کریم نے آپ پر یہ آسانی فرمائی۔[11]

وصال: آپ حضرت ایوب علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں ہی انتقال کر گئی تھیں، جبکہ ایک قول کے مطابق آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے وصال کے بعد کچھ عرصہ حیات رہیں اور بعدِ وصال ملکِ شام میں آپ کو دفن کیا گیا۔[12]

زوجۂ ایوب کی سیرت سے حاصل ہونے والے نکات:

- اللہ پاک کی نیک بندیاں مصیبتوں اور تکلیفوں سے گھبراتی نہیں بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہیں۔
- اپنے کسی عمل سے بے صبری کا اظہار نہیں کرتیں۔
- لمبا عرصہ آزمائش میں گھرے رہنے کے باوجود بھی ان کی زبانیں شکوہ شکایات کی آلودگی سے آلودہ نہیں ہوتیں۔
- یہ خوش حالی اور آزمائش ہر حال میں اپنے رب کی رضا پر راضی رہتیں اور صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑتیں۔
- ان کے شوہر کیسی ہی سخت ترین بیماری میں مبتلا ہو جائیں، ان کا اللہ پاک کی ذات پر بھروسا کمزور نہیں ہوتا۔
- وہ شوہر کی خدمت گزاری میں کمی بھی نہیں آنے دیتیں بلکہ اپنے اس عظیم محسن کا مضبوط سہارا بن کر آخری دم تک ان کا ساتھ نبھاتی ہیں۔
- اللہ پاک شوہر کی اطاعت و خدمت گزار بیوی سے راضی ہو کر اسے دنیا کے اندر ہی بے پناہ نعمتوں اور خاص فضل و کرم سے نوازتا ہے۔

اللہ کریم تمام عورتوں خصوصاً شادی شدہ خواتین کو ان پاکیزہ ہستیوں کا صدقہ نصیب فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص181 (2) نہایۃ الارب، 13/135 (3) نہایۃ الارب، 13/135 (4) تفسیر قرطبی، 6/188 (5) تفسیر کبیر، 8/173 (6) نہایۃ الارب، 13/135 (7) مراۃ المناجیح، 7/575 (8) تفسیر بیضاوی، 5/49 (9) تفسیر در منثور، 7/195 (10) فتاویٰ ہندیۃ، 6/390 (11) تفسیر ابو سعود، 4/444 ملخصاً (12) الروضۃ الفیحاء، ص71

راہِ خدا میں خرچ

ام سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو آپ نے اسی دن وہ سب قریبی رشتے داروں اور فقیروں میں تقسیم فرما دیئے۔ یہاں تک کہ شام کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہ بچایا حالانکہ اس دن آپ خود روزے سے تھیں۔ جب خادمہ نے عرض کی کہ اگر ایک درہم ہی بچا لیتیں تو اچھا ہوتا! تو اس کی دل جوئی کے لئے ارشاد فرمایا: یاد نہیں رہا، اگر یاد آ جاتا تو بچا لیتی۔[1]

راہِ خدا میں خرچ کرنا چونکہ دنیا و آخرت میں نجات اور برکات کا ذریعہ ہے، لہٰذا ہماری بزرگ خواتین کا معمول تھا کہ راہِ خدا میں خوش دلی سے خرچ کر کے اللہ پاک کی خوب رضا حاصل کرتیں۔ جیسا کہ مذکورہ واقعے سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہماری بزرگ خواتین راہِ خدا میں مال خرچ کرتیں تو اپنے ذاتی اخراجات کی بھی فکر نہ کرتیں کیونکہ ان کا اللہ پاک پر یقین کامل تھا، نیز وہ توکل کے اعلیٰ مرتبے پر ہی فائز نہ تھیں بلکہ وہ بخوبی جانتی تھیں کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔[2]

اس حوالے سے ہمارا جذبہ اگرچہ بزرگ خواتین جیسا تو نہیں مگر ہم کم از کم اتنا تو کر سکتی ہیں کہ جتنی استطاعت ہو اس کے مطابق ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے کی عادت بنا لیں۔ الحمد للہ! دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں ایسی بہت سی خوش نصیب اسلامی بہنیں ہیں کہ جب ان سے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا کہا گیا تو انہوں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے زیورات تک دے دیئے، بعضوں نے اپنی برسوں کی جمع پونجی راہِ خدا میں دے دی، اللہ پاک انہیں اس کی جزا ضرور عطا فرمائے گا یہ اس کا وعدہ ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (۳۹) (پ22، السبا: 39)

ترجمہ کنز العرفان: تم فرماؤ: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

ایک روایت میں ہے: روزانہ دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا مانگتا ہے: یا اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما دے۔ جبکہ دوسرا یوں عرض کرتا ہے: بخل کرنے والے کو برباد کر دے۔[3] نیز خرچ کی قدرت ہونے کے باوجود صدقہ و خیرات سے ہاتھ روک لینا ربِ کریم کی طرف سے ملنے والی نعمتوں سے محرومی کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے مجھ سے فرمایا: خرچ کرنے کے معاملے میں ہاتھ نہ روکو ورنہ تم سے بھی روک لیا جائے گا۔[4] اس لئے ہمیں چاہئے کہ خوش دلی کے ساتھ حسبِ توفیق راہِ خدا میں مال خرچ کرتی رہیں اور اگر زیادہ مقدار میں خرچ کرنے کی استطاعت نہ ہو تب بھی شیطان کے بہکاوے میں آ کر تھوڑے مال کو کم سمجھتے ہوئے راہِ خدا میں خرچ کرنے سے محروم نہ ہوں۔ کیونکہ اللہ پاک ہماری نیتوں کو ملاحظہ فرماتا ہے، اس لئے کہ کسی کی اچھی نیت کی وجہ سے

اس کا تھوڑا مال ہی بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے اور کسی کی بری نیت کی بنا پر اس کے لاکھوں روپے بھی قبول نہیں ہو پاتے۔ جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک صحابی کو دن بھر کی مزدوری میں دو صاع کھجوریں ملیں، انہوں نے نصف گھر والوں کو دیں اور باقی نصف کھجوریں لے کر جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے اپنے اس جاں نثار صحابی کے خلوص کو قبول کرتے ہوئے ان کی لائی ہوئی کھجوروں کو تمام مالوں کے ڈھیر کے اوپر رکھ دیا۔[5] مگر اس شخص کا مال حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اللہ پاک کے حکم پر قبول نہ فرمایا کہ جس نے اپنے کثیر مال میں صدقہ وزکوٰۃ کی ادائیگی کو ٹیکس گمان کیا۔ حالانکہ وہ انتہائی مفلس تھا اور اسے یہ سارا مال حضور کی دعا کی برکت سے ہی حاصل ہوا تھا۔ پھر بعد میں وہ شخص خلافتِ صدیقی و فاروقی میں بھی مال لے کر آیا مگر ان دونوں ہستیوں میں سے بھی کسی نے قبول نہ کیا اور آخر کار یہ شخص خلافتِ عثمانی میں ہلاک ہو گیا۔[6]

یہ بھی یاد رکھئے کہ غریبوں کی مدد کرنا اگرچہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہی ہے تاہم پیشہ ور بھکاریوں پر خرچ کرنا اس میں داخل نہیں، ایسے لوگوں پر اپنا مال خرچ کرنا در حقیقت ان سے ہمدردی نہیں بلکہ بھیک مانگنے کے گناہ پر ان کی مدد ہے، لہٰذا ایسے بھکاریوں کے بجائے ان مستحق سفید پوش افراد پر اپنا مال خرچ کیجئے جو خود داری کے سبب کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور مستحقین کو جھڑکا بھی نہ جائے کہ اس کی اسلام میں سخت ممانعت ہے، اگر آپ کے رشتے داروں میں کوئی ضرورت مند ہیں تو پہلے ان کی معاونت کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا! اللہ پاک اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتے دار اس کے سلوک کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اللہ پاک اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔[7] رشتے داروں میں بھی زیادہ افضل اس رشتے دار پر خرچ کرنا ہے جس سے ناراضی ہو کہ عموماً اسے دینے کا دل نہیں کرتا پھر بھی فقط رضائے الٰہی کیلئے دیں تو ان شاء اللہ اس پر زیادہ اجر ملے گا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو کینہ پرور رشتے دار کو دیا جائے کیونکہ اسے صدقہ دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔[8]

ہمیں خوب غور کر لینا چاہیے کہ ہمارا مال کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ کہیں فضول اور بے مصرف کاموں میں تو نہیں ضائع ہو رہا؟ کیونکہ ہم میں کئی خواتین ضرورت سے زیادہ کپڑے، برتن اور گھر کے غیر ضروری سامان میں پانی کی طرح پیسہ بہاتی ہیں جو کہ کمائی کرنے والے پر بھی بہت بوجھ بنتا ہے اور مالی حوالے سے بھی تنگی اور پریشانی کا سامنا رہتا ہے اور بسا اوقات نوبت لڑائی جھگڑے تک جا پہنچتی ہے، نیز گھر میں اتنی وسعت بھی نہیں ہوتی کہ اتنا سامان رکھا جائے۔

اسی طرح اگر بعض خواتین میں کبھی صدقہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا بھی ہے تو بعض اوقات وہ کسی ایسی خاتون یا فقیر کو دیدیتی ہیں جو مستحق ہی نہیں ہوتا یا پھر ایسے افراد پر خرچ کرتی ہیں جو بعد میں بھی اسی آسرے پر رہتے ہیں کہ کوئی انہیں کچھ دیدے اور یوں ان میں سوال کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے، چنانچہ یاد رکھئے! خرچ کرنے کے بھی آداب ہیں کہ کس پر خرچ کیا جائے اور کس پر نہیں۔ مثلاً قرآنِ کریم میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں اور محتاجوں پر خرچ کریں۔ (پ2، البقرۃ:215)

اللہ پاک ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر کبیر، 8/257 (2) مسلم، ص1397، حدیث2588 (3) بخاری، 1/485، حدیث:1442 (4) بخاری، 1/483، حدیث:1433 (5) تفسیر خازن، 2/265 (6) تفسیر مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ:75، ص446، ملتقطاً (7) معجم اوسط، 6/296، حدیث:8828 (8) مستدرک، 2/27، حدیث:1515

اچار (قسط اول)

بنت اسحاق مدنیہ عطاریہ
(بی ایڈ، ایم اے اسلامیات)
ریجن ذمہ دار جامعات المدینہ گرلز حاصل پور

تندرست و توانا رہنے کے لیے اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اچھی غذا وہ ہے جو متوازن ہو اور متوازن غذا وہ ہوتی ہے جس میں وہ تمام بنیادی اجزا مناسب مقدار میں موجود ہوں جن سے جسم کو حرارت اور طاقت ملتی ہے۔ کیونکہ یہ غذائی اجزا انسانی جسم کو طاقت و توانائی پہنچانے کے علاوہ جسم کو صحت مند رکھتے اور بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت بڑھاتے ہیں۔ کوئی بھی غذا جو انسانی جسم کے لیے مفید اور فعال کردار ادا کرتی ہے بسا اوقات وہ دو یا دو سے زیادہ غذائی اجزا کا مجموعہ یا مرکب ہوتی ہے۔ غذا کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہونا چاہیے کہ ہم کھانے کے لیے زندہ نہ رہیں بلکہ زندہ رہنے کے لیے کھائیں اور ایسی غذائیں کھائیں جو غذائیت سے بھرپور ہوں۔ اچار کا شمار بھی انہی غذاؤں میں ہوتا ہے جن کا اہتمام زمانہ قدیم سے دنیا کے مختلف حصوں میں کیا جارہا ہے۔

ماضی میں اچار بنانے کا رواج گھروں میں عام تھا، خواتین گھروں میں مختلف مصالحوں اور سبزیوں وغیرہ کا اچار بنایا کرتی تھیں، لیکن جب سے ٹیکنالوجی عام ہوئی ہے، اب مارکیٹ میں وافر مقدار میں مختلف اقسام کے اچار فروخت ہونے کی وجہ سے گھروں میں اچار بنانا کافی حد تک کم ہو گیا ہے۔

اچار کی مختلف اقسام: پہلے زمانے میں زیادہ تر آم کا اچار بنایا جاتا تھا، لیکن اب کئی قسم کی سبزیوں اور پھلوں کا اچار بھی تیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً آم کا اچار، گاجر کا اچار، ہری مرچ کا اچار، لیموں کا اچار، کریلے کا اچار، لسوڑے کا اچار، فالسے کا اچار، لہسن کا اچار، ادرک کا اچار، کدو کا اچار، آملے کا اچار، کیری کا اچار، بند گوبھی کا اچار، زیتون کا اچار اور مختلف سبزیوں اور پھلوں کا مکس اچار وغیرہ، حتی کہ آج کل چکن کا اچار بھی تیار ہو رہا ہے۔

اچار میں استعمال ہونے والے چند اہم اجزا کے فوائد: اچار عموماً سرکہ یا سرسوں کے تیل میں تیار کیا جاتا ہے اور اس کی تیاری میں کئی مصالحہ جات مثلاً کلونجی، لال مرچ، سونف، میتھی دانہ، رائی دانہ، اجوائن، ہلدی اور نمک استعمال کیے جاتے ہیں۔ ذیل میں ان اجزا کے فوائد کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

سرکہ کے فوائد: سرکہ میں پروٹین اور نشاستہ (Starch) کی تھوڑی مقدار پائی جاتی ہے۔ 100 گرام سرکہ میں صرف 16 کیلوریز ہوتی ہیں، اس کے علاوہ اس میں سوڈیم، کیلشیم، میگنیشیم، فاسفورس، آئرن، زنک اور کلورین بھی پائی جاتی ہے۔ سرکہ کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سرکے کو بہترین سالن قرار دیا۔[1]

☆ سرکہ ہاضمہ میں مفید ہے۔ ☆ سرکہ ایسیڈک ایسڈ سے بھرپور ہوتا ہے جو جسم میں ہیمو گلوبن کو بڑھاتا ہے۔ ☆ سرکہ جراثیم کش ہوتا ہے۔ ☆ سرکے کو گرم کر کے اس سے کلی کرنے کے نتیجے میں دانتوں کا درد ختم اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ نیز یہ منہ کی صفائی کے علاوہ سانس کی بو کو بھی ختم کرتا ہے۔ ☆ غذائی ماہرین کے مطابق گوشت خور افراد کے لیے سرکے کا استعمال نہایت ضروری ہے، یہ گوشت کھانے کے نتیجے میں خون میں بڑھنے والے کولیسٹرول کے اخراج کا

سبب بنتا ہے۔☆ سرکہ دل کی تمام بیماریوں کیلئے بھی نہایت مفید ہے۔☆غذائی ماہرین کے مطابق سرکہ کینسر کے لیے انسانی مدافعتی نظام میں مزاحمتی خلیات کی افزائش کرتا ہے، تحقیق کے مطابق سرکہ کینسر کے سیلز کو بھی ختم کرتا ہے۔

سرسوں کے تیل کے فوائد: ایک تحقیق کے مطابق سرسوں کا تیل دل کی صحت کے لیے مفید ہے، اس میں موجود مونو سیچوریٹڈ فیٹی ایسڈز جسم میں موجود نقصان دہ کولیسٹرول کی سطح کو کم کرتے ہیں جبکہ خون میں چربی کی سطح مستحکم رکھ کر اس کی گردش میں مدد دیتے ہیں۔ سرسوں کا تیل بیکٹریا کش، فنگل کش اور وائرس کو دور رکھنے کی خصوصیات رکھتا ہے، اس کا استعمال موسمی انفیکشن سمیت نظام ہاضمہ کے انفیکشن کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔

کلونجی کے فوائد: حدیث پاک میں ہے: کلونجی میں موت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے۔[2] قدیم اطبا کلونجی اور اس کے بیج معدے اور پیٹ کے امراض مثلاً ریاح، گیس، آنتوں کا درد، نسیان، رعشہ، دماغی کمزوری اور فالج کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کلونجی مختلف امراض مثلاً دمہ، کھانسی، الرجی، ذیابیطس (شوگر) وغیرہ میں مفید ہے۔ کلونجی کو سرکے کے ساتھ ملا کر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

اجوائن کے فوائد: اجوائن مصالحہ نہ صرف بدہضمی، گیس اور ہاضمہ کے مسائل کم کرتا ہے بلکہ خون میں موجود چربی کی مقدار بھی کم کرتا ہے، پیچش اور امراضِ رحم میں مفید ہے، پیٹ کے کیڑوں کو ختم کرتی ہے، رگوں کے سدے کھولتی، ورموں کو تحلیل کرتی اور پیشاب و حیض کو جاری کرتی ہے۔

میتھی دانہ کے فوائد: میتھی دانے کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہے، کیونکہ اس میں بہت سے غذائی اجزا پائے جاتے ہیں۔ میتھی دانہ میں جو غذائی اجزا یا وٹامنز پائے جاتے ہیں ان میں فائبر، پروٹین، کاربوہائیڈریٹ، آئرن اور میگنیشیم شامل ہے۔ میتھی دانے کا استعمال خواتین کے لئے کئی اعتبار سے مفید ہے، مثلاً میتھی دانہ ماں کے دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرتا اور ہر قسم کے درد بالخصوص ماہواری کے درد سے نجات دلاتا ہے۔ میتھی دانہ میں ورم کش خصوصیات پائی جاتی ہیں جو مؤثر طریقے سے جسمانی ورم میں کمی لاتی ہیں۔ میتھی دانہ کے استعمال سے آنتوں کی حرکت میں اضافہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ہاضمہ کے مسائل میں کمی آتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ دل کی جلن کو دور کرنے کے لیے بھی مفید ہے۔

سونف کے فوائد: سونف میں وٹامن اے اور سی بھرپور مقدار میں پایا جاتا ہے جس کے سبب اس کا استعمال بینائی کی حفاظت کرتا ہے، سونف پیٹ کے درد، قولنج (پسلی کے نیچے ہونے والے درد)، سینہ، جگر، گردہ اور تلی کے لئے مفید ہے، دماغ کی کمزوری اور ہاضمہ کی خرابی دور کرنے کیلئے بہترین دوا ہے، نیز یہ پیشاب اور حیض کو بھی جاری کرتی ہے۔

رائی دانہ کے فوائد: رائی کے بیج صحت کیلئے بہت مفید ہیں۔ ان میں glucosinolate پایا جاتا ہے جو رائی کو امتیازی ذائقہ دیتا ہے۔ طبّی تحقیقات کے مطابق رائی دانہ میں موجود مرکبات انسانی جسم بالخصوص قولون (بڑی آنت) میں سرطانی خلیوں کو روک سکتے ہیں۔ رائی کے بیج فیٹی ایسڈز اومیگا-3، مینگنیز، وٹامن B1، کیلشیم، پروٹین، زِنک اور ریشے سے بھرپور ہوتے ہیں۔ یہ بات بھی معروف ہے کہ رائی کے بیج کم حرارے رکھتے ہیں۔ رائی کے بیج کا ایک چمچ صرف 32 حراروں اور 1.8 گرام کاربوہائیڈریٹس پر مشتمل ہوتا ہے۔ رائی دانے میں موجود سیلینیوم دمے کے حملوں اور جوڑوں کے درد کی شدت کو کم کر دیتا ہے۔ رائی دانے کیلشیم اور میگنیشیم سے بھرپور ہونے کے پیشِ نظر عمر بڑھنے کے ساتھ خواتین کو ہڈیوں سے متعلق مسائل سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ آدھے سر کے درد کی شدت میں بھی کمی کرتا ہے۔ (جاری ہے)

---

[1] مسلم، ص873، حدیث:5354

[2] بخاری، 4/19، حدیث:5687

شرعی احکام کی منّت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اسلامی بہن بے پردگی کرتی تھی، اجنبی مَردوں کے سامنے بال، گلا، کلائیاں وغیرہ کھلی رہتی تھیں، اس نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اللہ کی رضا کیلئے شرعی پردہ کروں گی۔ اس کا وہ کام بھی ہوچکا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ منت شرعی منت ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا بال، کلائیاں، پنڈلیاں، گلا وغیرہ اجنبی مَردوں سے چھپانا لازم ہے۔ ان اعضاء کی بے پردگی کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ شرعی منت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز کی منت مانی جائے وہ پہلے سے ہی شریعت کی طرف سے لازم نہ ہو۔ یہاں چونکہ عورت پر پردہ کرنا پہلے سے ہی شریعت کی طرف سے لازم ہے، اس لئے یہ منت شرعی منت نہیں کہلائے گی، مگر پردے کی پابندی عورت پر بدستور لازم رہے گی۔

پردے کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى﴾ ترجمۂ کنزُ الایمان: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (پ22، الاحزاب:33)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرِ قرآن، صدرُ الافاضل، حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اگلی جاہلیت سے مراد قبلِ اسلام کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں عورتیں اتراتی نکلتی تھیں، اپنی زینت و محاسن کا اظہار کرتی تھیں کہ غیر مرد دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں، جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں۔“ (خزائن العرفان، ص780)

بہارِ شریعت میں ہے: ”آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل کیلئے سارا بدن عورت ہے، سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔“ (بہارِ شریعت، 1/481)

منت کی شرائط بیان کرتے ہوئے مراقی الفلاح میں فرمایا: ”والثالث ان یکون لیس واجبا قبل نذرہ بایجاب اللہ تعالیٰ، کالصلوات الخمس والوتر۔“ ترجمہ: تیسری شرط یہ ہے کہ منت سے پہلے وہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم نہ ہو، جیسے پانچوں نمازیں اور وتر۔ (مراقی الفلاح متن الطحطاوی، ص692)

بہارِ شریعت میں ہے: ”شرعی منّت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، اس کے لیے مطلقاً چند شرطیں ہیں۔ (1) ایسی چیز کی منّت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی واجب ہو، عیادتِ مریض اور مسجد میں جانے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہوسکتی۔ (2) وہ عبادت خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو، لہٰذا وضو و غسل و نظرِ مصحف کی منّت صحیح نہیں۔ (3) اس چیز کی منّت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہو، خواہ فی الحال یا آئندہ مثلاً آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منّت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔ (4) جس چیز کی منّت مانی وہ خود بذاتہٖ کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منّت صحیح ہو جائے گی، مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اگر اس کی منّت مانی تو منّت ہو جائے گی اگرچہ حکم یہ ہے کہ اُس دن نہ رکھے، بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ ممانعت عارضی ہے یعنی عید کے دن ہونے کیوجہ سے، خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔ (5) ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو، مثلاً یہ منت مانی کہ کل گزشتہ میں روزہ رکھوں گا یہ منت صحیح نہیں۔“ (بہارِ شریعت، 1/1015)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

مجیب	مصدق
ابو محمد محمد فراز عطّاری مدنی	مفتی ابو محمد علی اصغر عطّاری مدنی

رسم بسم اللہ یا بسم اللہ خوانی سے مراد یہ ہے کہ جب بچہ یا بچی چار سال چار مہینے چار دن کا ہو جائے تو اس کو کسی اچھے عالم دین یا حافظ قرآن کے پاس لے جا کر یا گھر میں بلا کر سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائی جائے۔

اس رسم کا اہتمام کئی مسلمان گھرانوں میں کیا جاتا ہے، اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا کہ حضور تقریب بسم اللہ کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: شرعاً کچھ مقرر نہیں، ہاں مشائخ کرام کے یہاں 4 برس 4 ماہ 4 دن مقرر ہیں۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کی تقریب بسم اللہ اسی عمر میں ہوئی، جس میں حضرت خواجہ غریب نواز بھی شریک تھے۔[1] اسی طرح اَمیرِ اَہلِ سنّت سے بھی ثابت ہے کہ جب آپ کی پوتی بنت حاجی بلال کی عمر 22 جولائی 2016 کو 4 سال 4 ماہ اور 4 دن ہوئی تو تقریب بسم اللہ میں آپ نے اسے یہ الفاظ پڑھائے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، مَا شَآءَ اللّٰہ، سُبْحٰنَ اللّٰہ۔ پھر یہ دعا بھی کی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن

یا اللہ! پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا واسطہ! تیرے اس اسمِ پاک کا واسطہ! اسمِ ذات کا واسطہ! ہم سب کی مغفرت فرما۔ میری مدنی منّی قرآنِ کریم سے محبت کرنے والی، علمِ دین سے محبت کرنے والی بنے، دعوت اسلامی کی باعمل مبلغہ بنے، عالمہ بنے، مقتیہ بنے۔[2]

بسم اللہ خوانی کے موقع پر جائز و ناجائز باتیں: جس بچے کی رسمِ بسم اللہ ہوتی ہے اس کے ماں باپ اس دن تقریب کا خاص اہتمام کرتے ہیں ٭ گھر کو سجاتے ہیں ٭ طرح طرح کے کھانے پکواتے ہیں ٭ قاری صاحب کو بلاتے ہیں یا ان کے پاس مدرسے یا مسجد وغیرہ میں بچے کو لے جاتے ہیں ٭ قاری صاحب بچے کو بسم اللہ شریف کے علاوہ مختلف دعائیں، سورۂ علق کی ابتدائی 5 آیات اور کلمہ شریف وغیرہ بھی پڑھاتے ہیں ٭ بعض جگہ یہ رسم کسی بڑی عمر کے بزرگ سے کروائی جاتی ہے ٭ پھر بلائے گئے مہمان بچے کو پیسے اور مبارک باد دیتے ہیں ٭ مٹھائی تقسیم ہوتی ہے ٭ قاری صاحب کو بھی تحائف وغیرہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ اہل خانہ اپنی خوشی اور مرضی سے کریں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن یاد رہے اس طریقہ کار کو لازم نہ سمجھ لیا جائے یعنی جو اتنا بڑا اہتمام نہ کر سکے، اس کو ملامت اور لعن طعن نہ کی جائے، ورنہ ایسا کرنے والا شخص گناہ گار ہو گا۔ نیز یہ رسم صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ کی جائے کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: جو شہرت کے لئے عمل کرے گا اللہ پاک اسے رسوا کرے گا، جو دکھاوے کے لئے عمل کرے گا اللہ پاک اسے عذاب دے گا۔[3] لہٰذا چاہئے کہ یہ کام اللہ پاک کی رضا کیلئے کریں نا کہ نمود و نمائش کیلئے اور اس موقع پر عورتیں شریک ہوں تو پردے کا خاص خیال رکھا جائے اور کسی قسم کی کوئی خرافات بھی نہ کی جائے۔ نیز بہتر یہ ہے کہ رسمِ بسم اللہ کسی باعمل سنی عالمِ دین یا مفتی صاحب سے کروائیں۔

---

1 ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص 481 2 ماہنامہ فیضان مدینہ، جنوری، ص 481
3 جامع الاحادیث، 7/44، حدیث: 20740

سنجیدگی

ام غزالی عطاریہ
(ایم اے اردو)
سندھی ہوٹل کراچی

سنجیدگی کیا ہے؟ وہ تمام کام جو ہماری روزمرہ زندگی کا حصہ ہیں، انہیں وقار اور اچھے طریقے سے ادا کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں نے یہ کام بڑی سنجیدگی سے کیا ہے۔ سنجیدگی اگرچہ اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتی ہے، مگر ہم نے اسے محض گفتگو کی حد تک محدود کر دیا ہے، یعنی کم گو ہونا، فضول نہ بولنا، قہقہہ نہ لگانا، کسی کا دل نہ دکھانا، بات بات پر مذاق نہ اڑانا وغیرہ امور کو ہی سنجیدگی سمجھتی ہیں۔ چنانچہ اسی حوالے سے اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ سے ایک مدنی مذاکرے میں جب یہ پوچھا گیا کہ بعض لوگ اپنے چہرے پر ہر وقت اداسی طاری کئے رکھتے ہیں کیا اسی کا نام سنجیدگی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہر وقت چہرے پر اداسی طاری کئے رکھنے کو سنجیدگی نہیں کہتے بلکہ خشکی کہتے ہیں۔[1] اسی طرح مذاق مسخری کرنا، گناہوں بھری باتیں کرنا، لوگوں کا تمسخر اڑانا اور بات بات پر قہقہہ لگانا بھی سنجیدگی نہیں۔ بلکہ اگر آپ کسی ایسے ماحول کا حصہ ہیں تو یاد رکھئے کہ ایسے ماحول میں رہنے سے کئی گناہوں میں مبتلا ہونے کا شدید خدشہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو خواتین سنجیدگی اختیار نہیں کرتیں ان کی باتوں میں بھی تاثیر نہیں رہتی، خواہ وہ دین کی مبلغہ ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ سنجیدہ گفتگو کرنے والی اور مذاق مسخری سے بچنے والی خواتین کی باتیں توجہ سے سنی جاتی ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہئے کہ حکمت عملی کے ساتھ اپنے معمولات کو پورا کریں اور جہاں سنجیدگی کو اپنانا ضروری ہو وہاں سنجیدہ رہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حصولِ علم کیلئے وقار اور سنجیدگی اختیار کرو۔[2] لہٰذا ضروری ہے کہ ہمارے رویئے اور انداز میں میانہ روی ہو یعنی ہنسی مذاق والا مزاج ہو نہ غصیلا انداز، بلکہ ہمیں تو اپنی زندگی کے ہر معاملے میں ہی میانہ روی اختیار کرنی چاہیے کہ اس کے بے شمار فوائد ہیں اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سیرت کو اپنا لیں کیونکہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی خوبصورت زندگی کا ہر پہلو ہمارے لئے بے مثال نمونہ ہے، آپ سنجیدگی اور وقار کا پیکر تھے، موقع کے لحاظ سے مسکراتے بھی تھے اور مزاح بھی فرماتے تھے مگر آپ نے کبھی بھی قہقہہ نہیں لگایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سب کے ساتھ ہنسی مذاق کیا ہو، آپ عام لوگوں کی طرح دوسروں سے ناشائستہ ہنسی مذاق نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے صحابہ کرام بھی زور سے نہیں ہنستے تھے بلکہ آپ کی طرح مسکراتے تھے، وہ آپ کی مجلس میں ایسی سنجیدگی اور وقار سے بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔[3] اسی طرح حضرت اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ وہ ہر بات مسکرا کر کیا کرتے تھے، میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حضور کو دیکھا ہے کہ آپ دورانِ گفتگو مسکراتے رہتے تھے۔[4] نیز حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے اس طرح کے مضامین بھی ملتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں

سے زیادہ تبسم فرمانے والے اور سب سے زیادہ خوش رہنے والے تھے، البتہ! جس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی[5] یا قیامت کا تذکرہ ہو رہا ہوتا[6] یا وعظ و نصیحت سے بھرپور خطبہ ہو رہا ہوتا تو یہ کیفیت نہ ہوتی۔[7]

ہمیں چاہیے کہ ان احادیثِ کریمہ کی روشنی میں اپنے معمولات کا جائزہ لیں اور اپنی زندگی کو سنجیدگی کے زیور سے آراستہ کریں، ہر کام موقع کی مناسبت سے کریں اور مسکرانے کے وقت مسکرائیں، مگر ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہوں نہ روکھے پن کا مظاہرہ کریں، ورنہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے رشتے دار اور سہیلیاں بھی ہماری مسکراہٹ دیکھنے کو ترس جائیں۔ یاد رکھئے! غیر ضروری سنجیدگی ہمارے گھر کے افراد کو ہی اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرے گی بلکہ ہم سے ملنے جلنے والی خواتین بھی ہمارے قریب آنا پسند نہ کریں گی، بالخصوص شادی شدہ خواتین ایسا رویہ نہ اپنائیں کہ اس سے بد مزاجی پیدا ہو گی اور ان سے یہ باتیں بھی صادر ہو سکتی ہیں: بات بات پر چیخ و پکار سے کام لینا، چھوٹی سی غلطی پر بلا وجہ غصے اور جذباتی پن کا مظاہرہ کرنا، شوہر سے روکھے پن سے پیش آنا، ہر وقت چہرہ سپاٹ و سنجیدہ رکھنا، سیدھے منہ بات نہ کرنا، خوشی یا رنج کے موقع پر بھی چہرہ بے تأثّر رکھنا کہ خوشی یا غم کا اظہار ہی نہ ہو، یونہی گھر کے دیگر معاملات سے لاتعلقی برتنا یا بچوں سے بے رخی سے پیش آنا۔ یاد رکھئے! ان میں سے کوئی بھی بات درست نہیں، اس سے گھر کے ماحول بھی خراب ہوتا، میاں بیوی کے درمیان تناؤ پیدا ہوتا اور بچّوں سے ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خشک مزاجی سے جہاں تک ممکن ہو ہمیں بچنا چاہئے اور مسکراہٹ، ملنساری اور خندہ پیشانی کی عادات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہو سکے تو کبھی کبھار موقع کی مناسبت سے خوش طبعی سے بھی کام لینا چاہئے۔ اگر ہم ان اوصافِ کریمہ کو اپنا لیں گی تو ان شاء اللہ ہماری زندگی سے بھی مشکلات کم ہوں گی اور آسانیاں پیدا ہوں گی۔

سنجیدگی کے فوائد و برکات: ٭ سنجیدگی اللہ پاک کی رضا کا باعث ہے۔ ٭ سنجیدگی سے بزرگی و دنیا کی بے شمار برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔ ٭ وقار اور عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ٭ گھر میں دینی ماحول بنانے اور نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے لیے سنجیدگی بھرا رویہ بہت معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ ٭ سنجیدگی اختیار کرنے سے آخرت بھی اچھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو یعقوب بن حسین رازی رحمۃُ اللہِ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا: اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگے: اللہ پاک نے میری مغفرت فرما دی۔ پوچھا گیا: کس وجہ سے؟ فرمایا: میں سنجیدہ بات میں مذاق شامل نہ کرتا تھا۔[8]

٭ منقول ہے: سنجیدگی اور وقار سے اچھا کوئی ہار نہیں، اللہ پاک جس کے فہم و فراست میں اضافہ فرماتا ہے اس کی ہدایت میں بھی اضافہ فرما دیتا ہے۔[9]

سنجیدگی نہ اپنانے کے نقصانات: ٭ غیر سنجیدہ خواتین کو پسند نہیں کیا جاتا ٭ ان کے متعلق رائے بھی اچھی نہیں رکھی جاتی ٭ ان سے مدد لی جاتی ہے نہ کی جاتی ہے ٭ ان سے دور رہنے میں عافیت سمجھی جاتی ہے ٭ بسا اوقات ذلت و رسوائی کا سامنا بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃُ اللہِ علیہ کا فرمان ہے کہ آپس میں ٹھٹھا مذاق مت کیا کرو کیونکہ اس طرح ہنسی ہنسی میں دلوں میں نفرت بیٹھ جاتی ہے اور برے افعال کی بنیاد دلوں میں اُستوار ہو جاتی ہے۔[10]

اللہ پاک ہمیں سنجیدگی اور وقار کو اپنا کر اپنی زندگی اچھے انداز میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاٰمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) مدنی مذاکرہ قسط 28: حافظہ کمزور ہونے کی وجوہات، ص 31 (2) جامع بیان العلم وفضلہ، ص187، حدیث:599 (3) وسائل الوصول کتاب جمال مصطفٰی، ص157 (4) مکارم الاخلاق للطبرانی، ص319، حدیث: 21 (5) مکارم الاخلاق للطبرانی، ص319، حدیث: 22 (6) نسائی، ص 274 تا275، حدیث: 1575 (7) مسلم، ص 430، حدیث 867 (8) احیاء العلوم مترجم، 5 / 654 (9) حلیہ، 5 / 160، الرقم: 6625 (10) کیمیائے سعادت، 2 / 563

اسلام میں مذاق اڑانے کی ممانعت

بنت حلیم قریشی عطاریہ
Belgium

دینِ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ ایک دوسرے کی عزت کی حفاظت کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کی وجہ سے کسی کی عزت پر حرف آتا ہو یا معاشرے میں فساد و بگاڑ پیدا ہو اس سے بچنے کی بھی خوب تاکید کی ہے۔ مثلاً ایک طرف راستوں سے گندگی ہٹا دینے کو صدقہ قرار دیا تو دوسری طرف مذاق کے ذریعے کسی مسلمان کی عزت کو پامال کرنے کو حرام و ناجائز اور گناہ قرار دیا۔ لہٰذا یاد رکھئے! تضحیک یعنی مذاق اڑانا چاہے اسلام کا ہو، دینی شعائر کا ہو یا معاذ اللہ انبیائے کرام و اولیا و صلحا کا ہو یا عام بندوں کا، اللہ پاک کو سخت ناراض کرنے والا کام ہے، اس لئے اس کی اسلام میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے اور قرآن کریم میں ایسے واقعات کثرت سے موجود ہیں جن میں یہ بتایا گیا کہ مذاق اڑانے والی قومیں تباہ کر دی گئیں۔

مذاق اڑانے کا مطلب: مذاق اڑانے سے مراد یہ ہے کہ کسی کو حقیر جان کر اس کا حقیقی یا فرضی عیب اس طرح بیان کرنا کہ سننے والے کو ہنسی آئے۔[1] مذاق اڑانا بلا شبہ بیوقوفوں اور جاہلوں کا شیوہ ہے، کوئی بھی باشعور و عقل مند اس عمل کو پسند کرتا ہے نہ ہمارے دین میں اس کی اجازت ہے۔ جیسا کہ پارہ 26، سورۃ الحجرات کی 11ویں آیت میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ

ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق دو قول ہیں:

1. حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو چھوٹے قد کی وجہ سے شرمندہ کیا تھا۔[2]

2. حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آیت کا یہ حصہ اُمُّ المومنین حضرت صفیہ بنتِ حیی رضی اللہ عنہا کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب انہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ نے یہودی کی بیٹی کہا۔[3]

مذاق اڑانے کے مختلف طریقے: کسی کا مذاق اڑانے کے مختلف طریقے ہیں: مثلاً کسی کی رنگت کا مذاق اڑایا جائے۔ ٭ کسی کے وزن کے انتہائی کم یا زیادہ ہونے کا مذاق اڑایا جائے ٭ کسی کی غربت و مفلسی کا مذاق اڑایا جائے ٭ کسی کی کامیابی یا ناکامی کا مذاق اڑایا جائے ٭ کسی کو حاصل ہونے والے نفع و نقصان کا مذاق اڑایا جائے ٭ کسی میں پائے جانے والے جسمانی عیب کا مذاق اڑایا جائے ٭ کسی کی دینداری کا مذاق اڑایا جائے ٭ کسی کے تقویٰ کا مذاق اڑایا جائے ٭ کسی کے عمدہ اخلاق والا ہونے پر اس کا مذاق اڑایا جائے۔

مذاق کی آفات: ٭ فی زمانہ جگت بازی کے نام پر کثیر خواتین بے سوچے سمجھے جو منہ میں آیا کہہ دیتی ہیں اور یہ بھی پروا نہیں کرتیں کہ اس سے کسی کی دل آزاری ہو رہی ہے ٭ نیز یہ بھی بھول جاتی ہیں کہ ان کا یہ عمل کسی بہت بڑے گناہ کا بھی سبب بن سکتا ہے، یعنی زبان کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے

معاذ اللہ کلمات کفر بھی منہ سے نکل سکتے ہیں۔ ✲ آج یہ کسی کو اپنے مذاق کا ہدف بنائے ہوئے ہیں تو کل کوئی اور انہیں بھی مذاق کا تختہ مشق بنا سکتا ہے۔

مشہور کہاوت ہے: جو آج کسی پر ہنس رہا ہے کل اس پر بھی ہنسا جا سکتا ہے۔ ✲ جنہیں اپنے ایمان کی فکر نہیں ہوتی وہ اپنا وقت مذاق میں صرف کر کے برباد کرتی ہیں ✲ جھوٹ کی آمیزش بھی مذاق میں اہم کردار ادا کرتی ہے، یاد رکھئے! جھوٹ بولنے والیاں بھی اللہ پاک کے غضب کو دعوت دیتی ہیں۔ ✲ مذاق کرنے والیاں بعض اوقات اتنے سخت الفاظ استعمال کرتی ہیں کہ جس کا مذاق اڑایا جائے وہ بہت عرصے تک اس صدمے سے نہیں نکل پاتی اور وہ الفاظ اسے رنج پہنچاتے رہتے ہیں اور ادھر دل آزاری کرنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ ہم نے تو بس مذاق کیا تھا، افسوس! ہمارے دین نے جس عمل کو ناپسند کیا ہے لوگ اسی سے لطف اٹھاتے ہیں۔

مذاق کے نتائج: یاد رکھئے! بے تکے مذاق والے رویئے کے دنیا و آخرت دونوں میں منفی نتائج نکلتے ہیں۔ مثلاً اس سے جہاں باہمی کدورتیں، رنجشیں، لڑائی جھگڑا، انتقامی سوچ، بدگمانی، حسد اور سازشیں جنم لیتی ہیں، جس سے دنیاوی زندگی بھی بسا اوقات جہنم محسوس ہوتی ہے تو دوسری جانب ایسے رویئے والی خواتین خدا کی رحمت سے محروم ہو کر ظلم کرنے والیوں میں شمار ہوتیں، اپنی نیکیاں گنوا بیٹھتیں اور آخرت کو خطرے میں ڈال دیتی ہیں۔ اس بری عادت کے نتائج کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کسی مسلمان کو (ناحق) ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ پاک کو ایذا دی۔[4] اسی طرح ایک روایت میں ہے: قیامت کے روز لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آؤ! آؤ! وہ جیسے ہی دروازے کے پاس پہنچے گا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر جنت کا ایک دوسرا دروازہ کھلے گا اور اس کو پکارا جائے گا کہ ادھر آجاؤ! وہ رنج و غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے پاس جائے گا تو وہ بھی بند ہو جائے گا۔ اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ جب دروازہ کھلے گا اور اسے بلایا جائے گا تو وہ نہیں جائے گا۔[5]

یہ عادت کس طرح ختم کی جائے؟ اگر کسی اسلامی بہن میں ایسی عادتِ بد موجود ہے تو اسے چاہئے کہ ✲ پہلی فرصت میں اللہ پاک کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے اور آئندہ اس مذموم فعل سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے ✲ ایسی سہیلیوں سے جان چھڑائے جو اس طرح کی حرکات میں مبتلا ہیں ✲ مسلمانوں کا مذاق اڑانے کی اسلام میں جو وعیدیں بیان کی گئی ہیں ان کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے ✲ نیک صحبتوں اور اجتماعات میں اپنا زیادہ وقت گزارے ✲ سنجیدہ اسلامی بہنوں کی زندگی کا بغور جائزہ لے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے، اللہ پاک نے چاہا تو جلد اس مرض سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اسلام میں کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنے کی اجازت نہیں بلکہ بہترین مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ لیکن اگر کسی کو ایسی آزمائش کا سامنا ہو بھی تو صبر کرے اور جوابی کاروائی کر کے خود بھی اسی گناہ میں شامل نہ ہو جائے۔ البتہ! یاد رہے کہ ایسا مذاق جو کسی کو خوش کرنے کے لئے ہو اور اس میں کوئی غیر مناسب بات بھی نہ ہو، جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ خوش طبعی کرنا سنتِ مستحبہ ہے۔[6] جیسا کہ ایک مرتبہ حضور نے حضرت انس کو یَاذَاالْاُذُنَیْن یعنی اے دو کانوں والے فرمایا۔[7]

اللہ پاک ہمیں ہر اس عمل سے بچائے جو دوسروں کی تکلیف کا باعث بنے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) احیاء العلوم، 3/207 (2) تفسیر خازن، 4/169 (3) تفسیر خازن، 4/169 (4) معجم اوسط، 2/386، حدیث: 3607 (5) موسوعہ ابن ابی دنیا، 7/183، حدیث: 287 (6) مراٰۃ المناجیح، 6/493 ماخوذاً (7) ترمذی، 3/399، حدیث: 1998

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے تیسرے تحریری مقابلے میں ہر عنوان کے تحت اول پوزیشن حاصل کرنے والے مضامین شامل ہیں۔ موصول ہونے والے 14 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
امام اعظم کا علمِ حدیث میں مقام	4	خواتین کے عالمہ کورس کرنے کی اہمیت وضرورت	4	قرآنِ کریم کے 20 اسما اور ان کی مختصر تشریح	6

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: کراچی: امِ غزالی (نیو کراچی)، بنتِ نعیم (آرام باغ)، امِ یاسر (جمشید ٹاؤن)، بنتِ عدنان (چونا بھٹی)، بنتِ معین۔ حیدر آباد: بنتِ حنیف (آفندی ٹاؤن)، بنتِ عبد الغفور، بنتِ عبد المنعم (عبد الغفار منزل)۔ واہ کینٹ: بنتِ کریم مدنیہ، ہمشیرہ وقاص خان۔ متفرق شہر: بنت عبد العزیز (میرپور خاص)، بنتِ امجد سلطانیہ (جہلم)

امامِ اعظم کا علمِ حدیث میں مقام

بنتِ حنیف (گریجویٹ، حیدر آباد)

کوفہ (عراق) وہ مبارک شہر ہے، جسے بیعتِ رضوان میں شریک 300 صحابہ کرام اور 70 اصحابِ بدر نے شرفِ قیام بخشا۔ آسمانِ ہدایت کے چمکتے دمکتے ستاروں نے کوفہ کو علم و عرفان کا عظیم مرکز بنایا، اسی اہمیت کے پیشِ نظر اسے **کنز الایمان** (ایمان کا خزانہ) اور **رقبۃ الاسلام** (اسلام کی نشانی) جیسے عظیم الشان القابات سے نوازا گیا۔[1]

امامِ اعظم رحمۃُ اللہِ علیہ کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے۔[2] 80 ہجری میں جب امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی[3] تو اس وقت شہر کوفہ میں ایسی ایسی ہستیاں موجود تھیں، جن میں سے ہر ایک آسمانِ علم پر آفتاب بن کر ایک عالم کو منور کر رہا تھا۔

4 ہزار علما و محدثین سے حصولِ علم: آپ نے ابتدا میں قرآنِ پاک حفظ کیا۔ (اخبار ابی حنیفہ، ص19 مفہوماً) پھر چار ہزار علما و محدثینِ کرام رحمۃُ اللہِ علیہ سے علمِ دین حاصل کرتے کرتے ایسے جلیل القدر فقیہ محدث بن گئے کہ ہر طرف آپ کے چرچے ہو گئے۔[4] آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت سے ملاقات کا شرف حاصل فرمایا جن میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن اوفی، حضرت سہل بن سعد ساعدی اور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ علیہم الرضوان کا نام سرِ فہرست ہے۔ یوں آپ کو تابعی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔[5]

حکایت: امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 96 ہجری میں 16 سال کی عمر میں والدِ گرامی حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کیا، اس دوران میں نے ایک شیخ کو دیکھا، جن کے ارد گرد لوگ جمع تھے، میں نے والدِ محترم سے عرض کی: یہ ہستی کون ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے عرض کی، ان کے پاس کون سی چیز ہے؟ فرمایا: ان کے پاس نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سنی ہوئی احادیثِ مبارکہ ہیں، یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور صحابیِ رسول سے براہِ راست ایک حدیثِ پاک سننے کا شرف حاصل کیا۔[6]

امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے بھی امام تھے، مخالفین ہمیشہ یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ذخیرۂ حدیث کی کمی تھی، جبکہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کی تصانیف میں ذکر کردہ 70 ہزار سے زیادہ احادیث اور ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے فقہِ حنفی کے مسائل اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کے پاس بڑی مقدار میں

احادیثِ کریمہ موجود تھیں۔

ایک نشست میں 300 حدیثیں سنادیں: امام عبد اللہ بن فروخ مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دن میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک گھر کی چھت سے ایک اینٹ گری اور میرا سر زخمی ہو گیا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس چوٹ کی (دیت) یعنی خون بہا دیدوں یا آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کے بدلے 300 حدیثیں سنا دوں۔ میں نے کہا: مجھے حدیثیں سنا دیجئے۔ امام اعظم نے ان کو 300 احادیث سنادیں۔[7]

خواتین کے عالمہ کورس کرنے کی اہمیت

بنتِ عبد العزیز (جامعۃ المدینہ گرلز غوث جیلانی، میر پور خاص)

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قوموں کے عروج و کمال کا مدار تعلیم پر ہوتا ہے۔ یہ اسلام کا بے مثال حسن ہے کہ جہاں مرد کو حصولِ علم کا حکم دیتا ہے، وہیں عورت کو بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونے کا حکم دیتا ہے۔ خود معلمِ کائنات، جانِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے مرد کے ساتھ ساتھ عورت پر بھی علم حاصل کرنے کو ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ[8] مگر یہ بات واضح رہے کہ مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں عورت کے لئے جس کو فرض کہا گیا وہ علومِ دینیہ ہیں۔[9] بحیثیت مسلمان ہر اسلامی بہن پر بہت سے معاملات، باتوں اور علوم کا سیکھنا فرض ہے۔ ان باتوں اور علوم کا سیکھنا دو طرح سے ہو سکتا ہے: (1) علما کی صحبت سے (2) کتابوں کے مطالعہ سے۔ الحمد للہ مدارس و جامعات میں مکمل وجامع planning کے ساتھ باقاعدہ درجات میں تقسیم کر کے اسلامی بہنوں کو ان کے متعلقہ فرض علوم سکھائے جاتے ہیں اور عالمہ کورس اس کا بہترین ذریعہ ہے۔

فی زمانہ ہر طرف طرح طرح کے فتنے منہ کھولے کھڑے ہیں، جن میں سب سے بڑا فتنہ بدعقیدگی ہے۔ ایک عورت کے عقائد کا بگڑنا ایک نسل بلکہ آگے جا کر ایک قوم کے عقائد کے بگڑنے کا سبب بنتا ہے، لہٰذا مسلمان خواتین کیلئے درست مذہبی عقائد کو سیکھنا بنیادی ضرورت ہے۔ چنانچہ عالمہ کورس کے ذریعے اسلامی بہنوں کو اسلامی عقائد بہترین انداز میں عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ سکھائے اور سمجھائے جاتے ہیں، لہٰذا عالمہ کورس کرنا عقائد کو محفوظ کرنے کا مضبوط ذریعہ ہے۔

موجودہ دور میں خواتین میں پائی جانے والی بے راہ رویوں اور بدعملیوں سے کون واقف نہیں! ایسے حالات میں عورتوں کی اخلاقی و عملی حالت ناگفتہ بہ ہے، ان حالات میں اگر ہم چاہتی ہیں کہ ہماری خواتین شرم و حیا، علم و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاق و ادب کا پیکر بنیں تو ان تمام چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے انہیں عالمہ کورس کروانا بے حد مفید ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عالمہ کورس در حقیقت خواتین کو ہر طرح سے بہترین انداز میں معاشرے کی با کردار مسلمان بنانے، عالمہ کورس کے ذریعے ان میں صحابیات و صالحات کی سیرت، ان کی عبادات، ان کی شرم و حیا اور ان کے مقصدِ حیات کو اجاگر کرنے کا مجموعہ ہے جس کے ذریعے انہیں ان ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی راہ پر گامزن کیا جاتا ہے۔

تعلیم عورت کی بنیادی ضرورت ہے کہ عورت ہی وہ درس گاہ ہے جہاں سے قوموں کو راہ نما ملتے ہیں۔ اگر یہی درس گاہ زیورِ علم سے خالی ہو تو پھر یہاں سے قوم کو چور، ڈاکو، دھوکے باز، ظالم، خیانت دار اور بے کردار لوگ ملتے ہیں مگر یہ واضح رہے کہ جس علم کو عورت کی بنیادی ضرورت کہا گیا ہے وہ مذہب اور دین کا علم ہے۔ اگرچہ خواتین دینی علوم کے ساتھ متعلقہ دنیاوی علوم شریعت کے تابع رہ کر سیکھ سکتی ہیں، اس کی ممانعت نہیں، لیکن ان دینی و مذہبی علوم کو سیکھنا نہ صرف اس کی، بلکہ معاشرے کی صحت و ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے اور عالمہ کورس ایک مسلمان خاتون کو ان علوم سے روشناس کروانے کا بہت آسان اور بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ پاک مسلمان خواتین کو دین و شریعت کے تابع رہ کر خوب علمِ دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

قرآنِ کریم کے 20 اسما اور ان کی مختصر تشریح

بنتِ کریم مدنیہ (معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار، واہ کینٹ)

ایک مقولہ ہے: **كَثْرَةُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰى شَرَفِ الْمُسَمّٰى** یعنی ناموں کا زیادہ ہونا مُسمّٰی (جس کا نام رکھا گیا ہے) کے شرف (و عظمت) پر دلالت کرتا ہے۔ قرآنِ پاک کے بھی کئی اسما قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں اور بلا شبہ یہ کثرتِ اسما اس بات کی روشن دلیل ہے کہ قرآنِ پاک کوئی عام کلام نہیں، بلکہ ربُّ العالمین کا وہ بابرکت و باعظمت کلام ہے کہ کوئی دوسرا کلام اس کے مثل نہیں ہو سکتا۔ مثل مشہور ہے: **کلام الملک ملک الکلام** یعنی بادشاہ کا کلام، کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک تو اس بادشاہِ حقیقی کا کلام ہے، جس کی سلطنت کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ قرآنِ پاک کے بے شمار ناموں میں سے 20 نام اور ان کی مختصر تشریح ملاحظہ ہو:

❶ کتاب: اس کا ایک معنی ہے جمع کرنا، قرآنِ پاک نے حد درجہ کی بلاغت کے ساتھ، تمام قسم کے علوم، واقعات اور خبروں سب کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے۔[10] ❷ قرآن: اس نام کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے 2 معانی یہ ہیں: (1) اس کا ایک معنی ہے: پڑھا ہوا، کیونکہ یہ قرآن پڑھا ہوا نازل ہوا۔[11] (2) ایک معنی ہے: جمع کرنا، قرآن نے سورتوں کو باہم جمع کیا ہے۔[12] ❸ ہُدیٰ: اس کا معنی ہے: ہدایت، قرآن میں حق پر واضح دلالت اور حق و باطل کے درمیان تفریق ہے اور یہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔[13] ❹ شفا: یہ قلبی بیماریوں کو دور کرتا ہے، جیسے کفر و جہالت اور جسمانی بیماریوں کو بھی دور کرتا ہے۔[14] ❺ مبین: اس کا معنی ہے بیان کرنے والا، جدا کرنے والا، یہ قرآن حلال و حرام کے ان احکام کو بیان فرمانے والا ہے، جن کی لوگوں کو ضرورت ہے، نیز اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق و جدائی کر دی۔ ❻ ذکر: اس کا نام ذکر رکھا گیا، کیونکہ اس میں نصیحتیں اور گزشتہ قوموں کے حالات بیان ہوئے ہیں۔[15] ❼ مہیمن: اس کا معنی ہے محافظ و گواہ، یہ سابقہ قوموں اور سابقہ انبیا پر نازل ہونے والی کتابوں کی شاہد اور ان کی نگہبان ہے۔ ❽ حبل: اس کا معنٰی ہے: رسی یا سبب، جو شخص قرآن کو مضبوط پکڑ لے گا، وہ جنت یا ہدایت تک پہنچ جائے گا اور جس نے اسے چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔ ❾ صراطِ مستقیم: سیدھا راستہ، یہ بغیر پیچ و خم کے سیدھا جنت کا راستہ ہے، اس پر عمل کرنے والا بآسانی اپنی منزل پر پہنچ سکتا ہے۔[16] ❿ عزیز: اس کا معنی ہے: غالب، جو اس کے ساتھ معارضہ کرنے یا اس کی مثل لانے کا ارادہ کرتا ہے، اس پر وہ دشوار گزرتا ہے۔[17] ⓫ مصدق: اس کا معنی ہے: تصدیق کرنے والا، اس نے گزشتہ انبیا اور ان کی کتابوں کی تصدیق کی۔[18] ⓬ بشیر و نذیر: خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا، اس نے جنت کی بشارت دی اور دوزخ سے ڈرایا۔[19] ⓭ فرقان: اس نے حق و باطل اور مسلم و کافر کے درمیان تفریق کر دی ہے۔[20] ⓮ مثانی: اس کا ایک معنٰی یہ ہے کہ یہ دوہرے بیان والی ہے کہ اس میں وعدے کے ساتھ وعید، اَمر کے ساتھ نہی اور اَخبار کے ساتھ احکام ہیں۔[21] ⓯ روح: قرآن کے ذریعے دل اور جان کو تازہ حیات ملتی ہے یا اس لئے کہ اس کے لانے والے جبرائیل علیہ السلام ہیں، آپ کا لقب روح الامین ہے۔[22] ⓰ قصص: اس میں گزشتہ امتوں کے قصّے اور ان کی خبریں ہیں۔[23] ⓱ احسنُ الحدیث: سب سے اچھی کتاب، قرآن شریف عبارت اور معنی دونوں اعتبار سے اچھی کتاب ہے، عبارت میں اس طرح کہ یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس سے کچھ نسبت نہیں رکھ سکتا، معنی میں ایسا بلند مرتبہ ہے کہ تمام علوم کا جامع اور معرفتِ الٰہی کا رہنما ہے۔[24] ⓲ عُروۃ الوُثقیٰ: اس کا معنٰی ہے: مضبوط گرہ، جس نے اس کو تھاما، اس نے مضبوط سہارا تھام لیا، اسکے ذریعے وہ اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جائے گا۔[25] ⓳ مجید: اس کا معنی ہے: شریف، قرآن کا شرف یہ ہے کہ یہ تغیر و تبدل اور کمی زیادتی سے محفوظ ہے اور کوئی بھی اس کا مثل نہیں لا سکتا۔ ⓴ تنزیل: اسکے معنی ہیں اتاری ہوئی کتاب، کیونکہ یہ اللہ پاک کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبان پر نازل ہوا ہے۔[26]

---

❶ طبقات ابنِ سعد، 6/86 ❷ اشکوں کی برسات، ص2 ❸ اخبار ابی حنیفہ، ص17 ❹ الخیرات الحسان، ص36 ❺ شرح مسند ابی حنیفۃ، ص581 ملخصاً ❻ اخبارِ ابی حنیفہ واصحابہ، ص18 ❼ ریاض النفوس، ص181 ❽ ابن ماجہ، 1/146، حدیث: 224

(9) مراٰۃ المناجیح، 1/202ماخوذاً (10) البرہان فی علوم القراٰن، 1/347ملخصاً (11) تفسیر کبیر، 3/277 (12) البرہان فی علوم القراٰن، 1/348 (13) البرہان فی علوم القراٰن، 1/350ملخصاً (14) تفسیر نعیمی، 1/91ملخصاً (15) البرہان فی علوم القراٰن، 1/350ملخصاً (16) تفسیر نعیمی، 1/90ملخصاً (17) تفسیر کبیر، 1/264 (18) البرہان فی علوم القراٰن، 1/351 (19) تفسیر کبیر، 1/263 (20) البرہان فی علوم القراٰن، 1/351 (21) تفسیر صراط الجنان، 8/456 (22) تفسیر نعیمی، 1/90ملخصاً (23) البرہان فی علوم القراٰن، 1/351ملخصاً (24) تفسیر صراط الجنان، 8/455ملخصاً (25) تفسیر صراط الجنان، 7/509 (26) البرہان فی علوم القراٰن، 1/352

اہم نوٹ: ان صفحات میں **ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 30 ویں تحریری مقابلے** کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 50 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

تکبر کی مذمت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ	31	نمازِ جمعہ کی اہمیت وفضیلت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ	17	قرآنِ کریم میں راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے کے نقصانات	2

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: کراچی: امِ سلمہ مدنیہ، بنتِ عبد الحمید مدنیہ، بنتِ محمد ندیم مدنیہ، امِ غزالی، بنتِ منصور، بنتِ اشرف عطاریہ، بنتِ شہزاد احمد، بنت اکرم۔ حیدر آباد: بنتِ شفیق احمد، امِ حرم، بنتِ بابر حسین انصاری، بنتِ محمد جاوید مدنیہ، بنتِ محمد جمیل شیخ۔ سیالکوٹ: بنتِ منیر حسین، بنتِ امیر حیدر، بنتِ سعید احمد، بنتِ طارق محمود، بنتِ محمد نواز، بنتِ محمد ثاقب، بنتِ محمد مالک، بنتِ منور حسین، بنتِ شبیر حسین، بنتِ شہباز احمد، بنتِ ناظم حسین۔ فیصل آباد: بنتِ اصغر علی مدنیہ، بنتِ مقبول احمد۔ واہ کینٹ: امِ زمیل مدنیہ، ہمشیرہ وقاص خان، بنتِ محمد سلطان، بنتِ آصف جاوید۔ لاہور: بنتِ ریاست علی، بنتِ اکرم، بنتِ عبد الستار، بنتِ مشتاق۔ متفرق شہر: بنتِ امجد سلطانیہ (جہلم)، بنتِ دلپذیر (میر پور)، امِ حنظلہ (اسلام آباد)، بنتِ بشارت اقبال (منگھوٹ)، بنتِ مدثر (راولپنڈی)، بنتِ محمد زمان۔ ہند: بنتِ عبد الرشید بھٹ، بنتِ عبد المجید (شرینگر)۔ اوور سیز: بنتِ عبد الرؤوف (امریکہ)

تکبر کی مذمت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ

بنتِ منصور (دورۂ حدیث، جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ غزالی، کراچی)

اللہ پاک قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ترجمۂ کنز العرفان: بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ (پ14، النحل: 23)
تکبر کی تعریف: خود کو افضل، دوسروں کو حقیر جاننے کو تکبّر کہتے ہیں۔[1] **تکبر کی تباہ کاریاں:** تکبر بہت ہی تباہ کن باطنی بیماری ہے کہ اگر کسی کو لاحق ہو جائے تو بندے کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ کر دیتی ہے۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ، نیک، عبادت گزار کو ہمیشہ کے لئے مردود اور ذلیل و خوار کرتی اور عذابِ نار کا حق دار ٹھہراتی ہے۔ جیسے ابلیس نے تکبر کیا، حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے سے حقیر جانا اور سجدہ نہ کیا اور اسی سبب ہمیشہ کے لئے مردود ہوا۔ اللہ پاک نے اس کے تکبر کے سبب اس کو لعنت کا طوق پہنا کر اسے جنت سے نکال دیا۔ متکبر بندہ جنت جیسی نعمت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ مذموم صفت عقل کو زائل کر دیتی ہے حتی کہ بندہ کسی کی نصیحت قبول نہیں کرتا۔ **تکبر کی مذمت پر فرامینِ مصطفےٰ:** حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے تکبر کو انتہائی ناپسند فرماتے ہوئے متعدد مواقع پر اس کی شدید مذمت بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ ♣ ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے: جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔[2] ♣ ایک اور حدیث میں ان کے ٹھکانے کے بارے میں فرمایا: بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جسے ھَبْھَبْ کہتے ہیں، اللہ پاک کا فیصلہ ہے کہ وہ اس میں تمام تکبر کرنے والوں کو ٹھہرائے گا۔[3] ♣ متکبرین کے خاتمہ کے حوالے سے ایک حدیث میں فرمایا: آدمی اپنے نفس کے متعلق بڑائی بیان کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے جبارین (سرکش لوگوں) میں لکھ دیا جاتا ہے، پھر اسے بھی وہی عذاب پہنچتا ہے جو اُن کو پہنچتا ہے۔[4] ♣ اسی طرح ایک اور حدیث میں تکبر کی مذمت کرتے ہوئے یوں فرمایا: جو غرور کرتا ہے اللہ پاک اسے نیچا کر دیتا ہے تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا حتی کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سوٗر سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔[5] ♣ متکبر کے قیامت کے احوال حدیث میں کچھ اس طرح بیان ہوئے: اللہ پاک قیامت کے دن تین شخصوں سے کلام فرمائے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان پر نظرِ رحمت فرمائے گا بلکہ ان کیلئے دردناک عذاب ہو گا: (1) بوڑھا زانی (2) جھوٹا بادشاہ اور (1) متکبر فقیر۔[6]
لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس بُری بیماری سے بچیں اور اللہ

پاک کے نزدیک محبوب صفت یعنی عاجزی اختیار کریں، تکبر سے بچنے کے لئے اس کے اسباب یعنی کثرتِ علم ومال، حسب و نسب، حسن وجمال وغیرہ کی طرف غور کریں اور اپنے آپ کو یہ یاد دلائیں کہ یہ سب اللہ پاک کی عطا ہے، اپنا کچھ کمال نہیں، وہ جب چاہے جس کو چاہے عطا کرے اور جسے چاہے محروم کر دے۔ ہمیں اللہ پاک کی خُفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ پاک ہمیں تکبر سے پناہ اور عاجزی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم۔

نمازِ جمعہ کی اہمیت و فضیلت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ

بنتِ منیر حسین (دورۂ حدیث، جامعۃ المدینہ گرلز گلبہار، سیالکوٹ)

جمعۃ المبارک ایک عظیم دن اور سب دنوں کا سردار ہے۔ اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے صدقے ہمیں جمعۃ المبارک کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جان لیجئے کہ یہ عظیم دن ہے۔ اس کے ذریعے اللہ پاک نے اسلام کو عزت بخشی اور اسے مسلمانوں کے ساتھ خاص کیا۔(7) اس کی اہمیت اس بات سے مزید اجاگر ہوتی ہے کہ اللہ کریم نے جمعہ کے متعلق پوری سورۃ الجمعہ قرآنِ کریم میں نازل فرمائی۔ پارہ 28 سورۃ الجمعہ کی آیت 9 میں ارشاد ہوتا ہے: ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اس آیت کے تحت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے دنیوی امور میں مشغول ہونے اور ہر اس کام کو حرام ٹھہرایا جو جمعہ کی طرف کوشش سے روکتا ہے۔(8)

تاریخی پسِ منظر: نمازِ جمعہ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد شروع ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم 12 ربیعُ الاول بروز پیر شریف مقامِ قبا تشریف لائے، یہاں منگل، بدھ اور جمعرات قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی، پھر جمعہ کے روز مدینہ منورہ کا عزم فرمایا، بنی سالم ابنِ عوف کے بطنِ وادی میں جمعہ کا وقت آیا تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے وہاں (سب سے پہلا) جمعہ ادا فرمایا اور خطبہ دیا۔(9) حدیثِ پاک میں ہے: بے شک توریت و انجیل والوں کو جمعہ کا دن عطا کیا گیا تو انہوں نے اس میں اختلاف کیا اور منہ موڑ لیا تو اللہ پاک نے اسے اس امت کے لئے مؤخر کیا اور اسے ان کے لیے عید بنایا، پس یہ امت سب لوگوں سے سبقت والی ہے۔(10) (11) **جمعہ کا حکم:** جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔(12) روایت میں ہے: جس نے بِلا عذر تین جمعہ ترک کئے اللہ پاک اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔(13)

جمعہ کے متعلق فرامینِ آخری نبی: (1) اَلْجُمُعَةُ حَجُّ الْمَسَاكِيْنِ یعنی جمعہ کی نماز مساکین کا حج ہے۔(14) (2) بلاشبہ تمہارے لئے ہر جمعہ کے دن میں ایک حج اور ایک عمرہ موجود ہے، لہٰذا جمعہ کی نماز کیلئے جلدی نکلنا حج ہے اور جمعہ کی نماز کے بعد عصر کی نماز کے لئے انتظار کرنا عمرہ ہے۔(15) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (نمازِ) جمعہ کے بعد عصر کی نماز پڑھنے تک مسجد میں ٹھہرنا مستحب ہے اور اگر مغرب تک ٹھہرے تو افضل ہے۔ کہا جاتا ہے: جس نے جامع مسجد میں عصر کی نماز ادا کی تو حج کا ثواب اور جس نے وہاں مغرب کی نماز ادا کی تو ایک حج و عمرے کا ثواب ہے۔(16) (3) جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسے پا کر اس وقت اللہ پاک سے بھلائی مانگے تو اللہ پاک اس کو ضرور دے گا اور وہ گھڑی مختصر ہے۔(17)
(4) جمعہ کے دن جس ساعت کی خواہش کی جاتی ہے اسے عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک تلاش کرو۔(18) مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رات میں روزانہ قبولیتِ دعا کی ساعت آتی ہے مگر دنوں میں صرف جمعہ کے دن۔(19)
(5) بے شک اللہ پاک نے تم پر اس مقام اور اس دن میں جمعہ فرض فرمایا۔(20) لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے رب کا حکم بجالاتے ہوئے دیگر نمازوں کے ساتھ ساتھ نمازِ جمعہ بھی پابندی سے ادا کریں۔ اللہ کریم عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(1) تکبر، ص16 (2) مسلم، ص61، حدیث:266 (3) مسند ابو یعلی، 6/207، حدیث:7213 (4) ترمذی، 3/403، حدیث:2007 (5) شعب الایمان، 6/276، حدیث:8140 (6) مسلم، ص66، حدیث:296 (7) احیاء العلوم مترجم، 1/550 (8) احیاء العلوم مترجم، 1/550 (9) خزائن العرفان، ص1025 ملخصاً (10) بخاری، 1/303، حدیث:876 ماخوذاً (11) احیاء العلوم مترجم، 1/551 (12) در مختار، 3/5 (13) مسند امام احمد، 5/280، حدیث:15498 (14) جمع الجوامع، 4/184، حدیث:11109 (15) سنن کبریٰ للبیہقی، 3/342، حدیث:5950 (16) احیاء العلوم مترجم، 1/573 (17) مسلم، ص330، حدیث:1973 (18) ترمذی، 2/30، حدیث:489 (19) مراٰۃ المناجیح، 2/319 ملخصاً (20) ابنِ ماجہ، 2/5، حدیث:1081

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے جون2022 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

دینی کام		اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے منسلک ہونے والی اسلامی بہنیں		949	5345	6294
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		5348	73457	78805
مدرستہ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	802	5019	5821
	پڑھنے والیاں	4896	60192	65088
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	996	9488	10495
	شرکائے اجتماع	20905	314765	335670
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		7206	98205	105411
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		2332	22929	25261
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		21601	1756839	1778440
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		4732	65926	70658

تحریری مقابلہ "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے عنوانات (برائے نومبر 2022)

1 قرآنِ کریم میں بارگاہِ الٰہی کے 5 آداب
2 اللہ پاک کے 5 حقوق
3 جھوٹ کی مذمت پر 5 فرامینِ مصطفےٰ

معلمات، ناظمات اور ذمہ دار اسلامی بہنوں کا تحریری مقابلہ (برائے نومبر 2022)

1 اللہ پاک نے قرآن میں مثالیں کیوں بیان فرمائیں؟ 5 مثالیں ذکر کیجئے۔
2 امت پر شفقتِ مصطفےٰ یعنی جن مسائل میں ہمارے لئے آسانی مہیا کی گئی
3 استاذ شاگرد کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہیے؟

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 اگست 2022ء

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں: صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

صبر کرنا کربلا والوں سے سیکھئے

ماہنامہ فیضانِ مدینہ اگست 2022ء

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ

فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: اللہ پاک کی طرف سے جب بندے کے لئے کوئی مرتبہ مقدر ہو اور بندہ اپنے کسی عمل کے ذریعے اُس تک نہ پہنچ پائے تو اللہ اُسے جسمانی یا مالی یا اولاد کی پریشانی میں مبتلا فرمادیتا ہے، پھر اُسے صبر کی توفیق عَطا فرماتا ہے اور اُسے اُس مرتبے تک پہنچادیتا ہے جو اللہ پاک کی طرف سے اس کے لئے مُقدَّر ہوتا ہے۔(ابوداؤد، 3/246، حدیث:3090)

اے عاشقانِ رسول! کسی کا چھوٹا بچہ فوت ہو جائے یا پھر جوان بیٹا دنیا سے چلا جائے تو عام طور پر والدین اور دیگر قریبی رشتے داروں کے لئے صبر کرنا دشوار ہو جاتا ہے، بسا اوقات تو ایسے موقع پر زبان سے بے صبری میں ایسے اَلفاظ بھی نکل جاتے ہیں جو نہیں نکلنے چاہئیں، بلکہ مَعاذَ اللہ بعض اوقات تو وہ کُفریہ باتیں بَک دی جاتی ہیں جو ایمان کو برباد کر دیتی ہیں، اور ایمان کے ساتھ ساتھ ساری نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں، لہٰذا فوتگی کے موقع پر بولے جانے والے مختلف غلط اور کفریہ الفاظ و جملوں وغیرہ کے متعلق معلومات اور ان کے ضروری احکام جاننے کے لئے مکتبۃُ المدینہ کی کتاب ”کُفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب“ صفحہ نمبر 489 سے لے کر 496 تک ضرور پڑھئے۔ نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ صبر جتنا دُشوار ہو گا قیامت کے دِن میزانِ عمل میں وہ اُتنا ہی وزن دار ہو گا اور اِنْ شَآءَ اللہُ الکریم ثواب بھی اُتنا ہی زیادہ ملے گا۔ نیز ایسے افراد کو یوں بھی سوچنا چاہئے کہ میدانِ کربلا میں جب چھ ماہ کے ننھے منے شہزادے علی اصغر رحمۃُ اللہِ علیہ نے جامِ شہادت نوش کیا تھا تو ان کے والدِ محترم، امامِ عالی مقام، امامِ حسین رضی اللہُ عنہ اور ننھے شہید کی اَمّی جان نے بھی صبر کیا تھا۔ امامِ حسین رضی اللہُ عنہ کے جوان بیٹے حضرتِ سیِّدُنا علی اکبر رضی اللہُ عنہ بھی میدانِ کربلا میں تین دِن کے بھوکے پیاسے شہید کئے گئے۔ امامِ عالی مَقام کے بھائی حضرت سیِّدُنا عباس علمدار، بھانجے بھتیجے بھی شہید ہوئے حتّٰی کہ خود امامِ حسین رضی اللہُ عنہ کو بھی شہید کیا گیا، ان تمام مصیبتوں کے باوجود بھی اہلِ بیتِ اَطہار کی مبارک زبانوں پر بے صبری کا ایک لفظ تک نہ آیا اور انہوں نے صبر کی ایک انوکھی مثال قائم کی۔ ”بے شک اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“ اس بات کی خوش خبری بھی خود قراٰنِ کریم میں صابرین کو دی گئی ہے۔ تو پھر بے صبری کرکے ہم اپنے ثواب کو کیوں ضائع کریں! اس لئے ہمیں صبر ہی کرنا چاہئے۔ اللہ پاک کربلا والوں کے صدقے ہمیں اپنی رضا پر راضی رہنے اور مصیبتوں پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خاتَمِ النَّبِیّین صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(نوٹ: یہ مضمون 16 ربیع الاوّل 1440 ہجری کو عشا کی نماز کے بعد ہونے والے ہفتہ وار مدنی مذاکرے کی مدد سے تیار کرکے امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ سے نوک پلک سنوروا کر پیش کیا گیا ہے۔)

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Email: mahnamakhawateen@dawateislami.net / ilmia@dawateislami.net
Web: www.dawateislami.net WhatsApp: 0348-6422931